Jauhar, Mujāhid Husain

Maṡnavī mevah-yi shīrīn

قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها

مثنوی

میوۂ شیریں

مصنفہ

سید مجاہد حسین جوہر اڈیٹر اخبار اتحاد امروہہ

جسمیں ایک عجیب و غریب عبرتناک واقعہ پردہ کے متعلق نظم کیا گیا ہے

جسکو

سید مجاہد حسین جوہر نے

اپنے جوہر پریس امروہہ میں چھپا کر خود شائع کیا

بار اول ۱۰۰۰ جلد قیمت صرف [illegible] علاوہ محصولڈاک

ڈیڈیکیشن

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو جسمیں پردہ کے متعلق ایک عبرتناک واقعہ نظم کیا ہے اپنے محترم اور علم دوست رئیس عالیجناب سید عبداللہ خان (آنف) جانسٹھ کے نام نامی پر معنون کرتا ہون -

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خادم قوم

سید مجاہد حسین جوہر

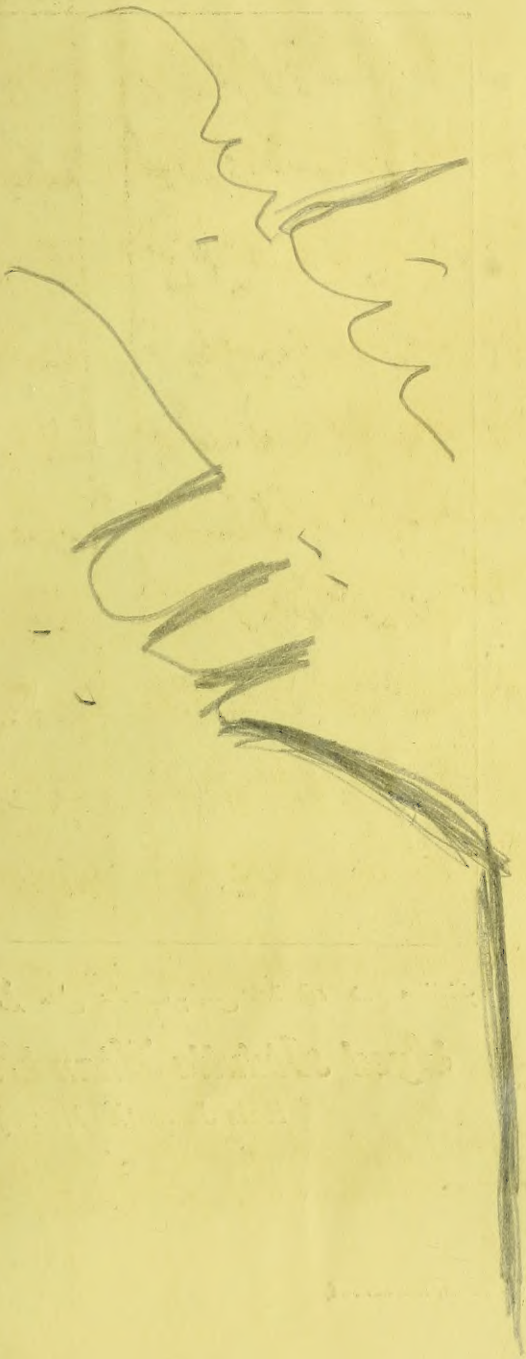


سید عبداللہ خان صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفرنگر

Syed Abdulla Khan Sahib

Rais Jansath (Muzaffarnagar.)

L. N. Press, Moradabad.



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی تری حمد ہو کیا ادا ‏ ‏ ہر اک چیز کو تو نے پیدا کیا
نہیں کوئی تیرا خدایا شریک ‏ ‏ کہوں کیا تو ہے وحدہٗ لاشریک
توہی دونوں عالم کا مُختار ہے ‏ ‏ غنی خلق سے تیری سرکار ہے
خدایا تو بے مثل لاریب ہے ‏ ‏ تو بے عیب ہے عالِم الغیب ہے
ہر اک جا ہے پھیلا ہوا تیرا نورُ ‏ ‏ ہر اک شے سے ہوتا ہے تیرا ظہورُ
پس از حمد پاکِ خدائے قدیر ‏ ‏ ثنائے محمدؐ بود دلپذیر
حبیبِ خدا اشرف انبیا ‏ ‏ کہ عرشِ مجیدش بود مُتکّا
دُرود اُنپہ اور اُنکی اولاد پر ‏ ‏ جو ہیں پیشوایان جنّ و بشر
خصوصاً جنابِ علیؑ ولی ‏ ‏ شرف جن کا عالم پہ ہے منجُلی
جنہیں لوگ کہتے ہیں شیرِ خدا ‏ ‏ جو ہیں سارے عالم کے مشکلکشا
ثنائے علیؑ کس سے ہوگی رقم ‏ ‏ زباں خامہ کی رُعب سے ہے قلم
سخاوت میں نازل ہوا ہل اتیٰ ‏ ‏ شجاعت پہ بولے ملک لافتیٰ
الٰہی بحقِ رسولؐ کریم ‏ ‏ نہو مجکو محشر کا کچھ خوف وبیم

غضب ہے دلوں میں صفائی نہیں — زمانہ میں بھائی کا بھائی نہیں
نہ اب کوئی ہمدم نہ ہمدرد ہے — ہر اک بغض اور جہل میں فرد ہے
نئی پیروی ہے نئی رہبری — کوئی قادیانی کوئی نیچری
کوئی کہہ رہا ہے کہ شیطاں نہیں — کوئی کہتا ہے یہ وہ قرآں نہیں
نئی روشنی کا ہوا ہے رواج — زمانہ کا بدلا ہوا ہے مزاج

آغاز

پلا ساقیا مجکو ایسی شراب — نظر میں پھرے حالتِ انقلاب
طلبگار اُس مے کا ہے یہ گدا — بنا دے جو محفل کو عبرت کدہ
فضا کی عوض ہووے دورِ خزاں — بیاباں نظر آئے باغِ جہاں
جو سنبل کا گیسو پریشان ہو — تو نرگس کی بھی آنکھ حیران ہو
یہ غم ہو کہ سوسن نہ کھولے زباں — عنادل ہوں شاخوں پہ محوِ فغاں
زرِ گل ہوا ہو وے گلزار سے — جدا ہو ویں پھل شاخِ پُر بار سے
کہ احوالِ دورِ زمانہ لکھوں — دل آویز رنگین فسانہ لکھوں
مرے اک شناسا ہوئے بے پدر — ملے اُنکو ورثہ میں لعل و گہر
بہت مال و اسباب ہاتھ آگیا — تکبر بھی دولت کے ساتھ آگیا

وہ عہدِ جوانی وہ عمرِ شباب پڑھے صرف اردو کی چوتھی کتاب
مگر دل میں فیشن بنانے کا شوق کہ نکٹائی کی چاہ کالر کا ذوق
سجے اپنے پیکر پہ انگریزی سوٹ نیا کوٹ پتلون ڈاسن کا بوٹ
یہ حسرت کہ لیڈی بھی اک ساتھ ہو کسی شوخ کے ہاتھ میں ہاتھ ہو
اگر سیر کو سوئے بازار جائیں ہیر کہکے کتے کو پیچھے لگائیں
وہ داڑھی صفا اور مونچھیں دراز نہ فکرِ عبادت نہ شغلِ نماز
پیمبر کو پہچانتے بھی نہ تھے خدا کو خدا جانتے بھی نہ تھے
نہ قرآں کی صورت سے آگاہ تھے رہِ دین و ایماں سے گمراہ تھے
فقط گوشت کھانیکا اسلام تھا مسیحی لقب لعل خاں نام تھا
خطا کو سمجھتے تھے کارِ ثواب کہ قرآں کی بدلے تھا دورِ شراب
بہت سا زرِ نقد جو پا گئے نئے دوست احباب بھی آ گئے
خوشامد سے سلطان بنایا انہیں زمیں سے فلک پر بٹھایا انہیں
ہوا یار لوگوں سے جب اختلاط ہر اک وقت تھی گرم بزمِ نشاط
وہ صحبت وہ عیاروں کی انجمن نئے پینے والے شراب کہن
نئی دوستی رنگ لانے لگی انھیں مفت کی ہاتھ آنے لگی

وہ احباب تازہ جہالت میں طاق | وہ ظاہر کی الفت دلوں میں نفاق
کسی کو تو گانے بجانے کا شوق | کسی کو فقط مے اُڑانے کا ذوق
کوئی عشق بازی کا مداح تھا | کوئی دشت وحشت کا سیاح تھا
کوئی حضرت قیس کا تھا مرید | کوئی مثل فرہاد فرد و فرید
کوئی گنجفہ باز و شطرنج باز | کسی کو دلوں کے ملانے پہ ناز
ہر اک عیب کے کاملیں جمع تھے | سب آپس میں پروانہ و شمع تھے
ہوا اُنکی صحبت کا ایسا اثر | کہ بالکل ہوئے لعل خاں بے خبر
اگرچہ حقیقت میں جاہل تھے سب | پر انگریزی فیشن پہ مائل تھے سب

پردہ

پلا ساقیا وہ مے لاجواب | جو چشم حیا کو کرے بے حجاب
وہ مے جس سے آنکھوں پہ پردہ پڑے | نگاہ حیا چشم بد سے لڑے
وہ مے جسمیں اسلام کی بو نہو | شریعت کا اندازہ اور خو نہو
نئی اب ہی صحبت نیا دور دور | کہ اب لعل خاں کا ہوا رنگ اور
سمائی جو تھی دلمیں یورپ کی بو | یہ اک روز بیوی سے کی گفتگو

نہ کیوں ہو تمہارے الم کا ملال — کہ ہے مجکو تم سے محبت کمال
بری زیست میں غم یہ حد سے سہو — کہ بلبل کی صورت قفس میں رہو
وہ پردہ کہ آتا ہے جس سے حجاب — وہ پردہ جو ہے بے خطا کا عذاب
وہ پردہ جو بے جرم کی قید ہے — وہ پردہ جو بے وہم کا صید ہے
وہ پردہ جو مغموم و محزوں کرے — وہ پردہ جو انصاف کا خوں کرے
وہ پردہ جو عاقل کو مجنوں بنائے — وہ پردہ جو بے وجہ دکھ کو گرمائے
کرے مفت ضائع جو اوقات کو — رکھے زندہ در گور عورات کو
نہیں تمکو معلوم دنیا کا حال — ہوئے بیست بالکل تمہارے خیال
پڑی رہتی ہو گھر میں زار و حزیں — ترقی تنزل سے واقف نہیں
غضب ہے یہ کیا قہر معبود ہے — کہ تہذیب کی راہ مسدود ہے
نہ یہاں صحبت اہل علم و کمال — نہ ارباب دانش سے کچھ قیل و قال
اسیر و گرفتار و مظلوم ہو — تماشائے عالم سے محروم ہو
نہ دل میں ہوا سیر گلزار کی — نہ توقیر اور قدر بازار کی
جہاں کا چلن تمپہ ظاہر نہیں — کچہری عدالت سے ماہر نہیں
ہماری مدد اور کفالت کرو — وکالت کرو یا عدالت کرو
حیا کیجئے اور نہ شرمائیے — ذرا دل میں انصاف فرمائیے

تمہارے لئے سارے دنیا کے کام — تمہارے لئے صرف پخت طعام
بھلا مرد بیچارے کیا کیا کریں — تجارت کریں یا کہ پیشہ کریں
لیاقت نہ عزت میں ترجیح ہے — نہ فرحت کا ساماں نہ تفریح ہے
غضب ہے کہ عورات یہ دکھ سہیں — کہ گولر میں بُھنگے کی صورت رہیں
نہ لے آگ اس قید غم میں جلو — اُٹھو آؤ اب گھر سے باہر چلو
چلو تمکو ٹھنڈی سڑک پر پھرائیں — چلو تمکو باغوں کی سیریں کرائیں
تردد ہے کیا فضل معبود سے ہے — غنٹن بھی ہے ٹمٹم بھی موجود ہے

لعل خاں کی زوجہ کا جواب

یہ سنکر وہ شعلہ بھبوکا ہوئی — کہا اے خدا یہ ہوا کیا ہوئی
نہ مردوں کی پہلی سی حالت رہی — حمیّت رہی اور نہ غیرت رہی
نگاہیں ہیں ناول کے اوراق پر — حدیث اور قرآں رکھا طاق پر
نہیں پیروی سے پیمبر کا کام — اجی ایسے اسلام کو ہے سلام
خدارا خدا کے غضب سے ڈرو — نہ اس طرح کی بھونڈی باتیں کرو
یہ مضموں جو سوجھا خلاف حیا — کسی مولوی سے بھی پوچھا گچھا

مرے حق میں ہیں حق کے احکام شرم
کہ عورت کے معنی ہیں اندام شرم

یہ پردہ جو مجھکو ہوتا ضرور
مرا نام عورت ہوتا حضور

جو عورت کو لازم نہیں ہے حجاب
تو پتلوں بھی تو اُتاریں جناب

دل اس قید سے کیوں ہو ناشاد ہاں
قفس میں ہے آرام سے مرغ جاں

اگر جسم سے جان آزاد ہو
تو وابستۂ دامِ صیاد ہو

بنا آپ کا عدل و انصاف ہے
کہ بے پردگی مفسد اصاف ہے

کوئی پردہ والی نہ مفتوں ہوئی
کہ محمل میں لیلےٰ نہ مجنوں ہوئی

یہ اچھا طریقہ ہے اچھا خیال
کریں مرد حرمت کو اپنی حلال

کریں ہم کچہری عدالت کا کام
کرو خانہ داری کا تم اہتمام

پھریں حمل کے حال میں ہر طرف
نہ تیرِ ملامت کا ہوویں ہدف

اگر ہم وکیلِ عدالت بنیں
کچہری کے کمرے میں بچے جنیں

اگر عورتیں ہوویں دنیا پرست
تو سمجھے بجا ہیں خیالات پست

ترقی کا گر ہو ہمیں مشغلہ
تو پھر کون بچوں کو پالے بھلا

وہ تہذیب تمکو مبارک رہے
زمانہ جسے بےحیائی کہے

تمہیں صاحبِ علم و فن بنکے آؤ
تمہیں قابلیت کے جوہر دکھاؤ

عبث غیر مردوں سے تعلیم لیں
تمہاری ہی صحبت ہو کافی ہمیں

معلوم ہو جب تم سیانا ابرو
کہ ہیں غیر مردوں سے کیوں گفتگو

تماشائے عالم کا ہے یہ صلا
کہ ہو سیر میں آوارگی کی ہوا

جو دل تازہ کرنا ہو اغیار کا
تو سودا اگر ہیں سیر بازار کا

اگر غیر دیکھیں کے ہم کو حضور
نگاہ محبت پڑے گی ضرور

حجاب آپکو یہ بھی ہے کچھ خبر
محبت کا ہوتا ہے دلپر اثر

جو الفت بڑھے گی تو پھر آئیگا
کہ عفت میں بھی داغ لگ جائیگا

زمانہ سے تم کوچ کر جاؤگے
حمیت جو ہوگی تو مر جاؤگے

یہی ہے لیاقت یہی ہے ہنر
کہ عورات عفت کو رکھیں عزیز

یہ پردہ ہے عفت بچائے ہوئے
یہ ہے عیب سارے چھپائے ہوئے

پے سیر گر ہم رواں ہوئینگے
تو حال فلاکت عیاں ہوئینگے

جو افشا اس کا حال کھل جائے گا
تو اس سے بھی تمکو حجاب آئیگا

تمہاری خرد پر تعجب ہے نہیں
خدا پیمبر سے بڑھ کر نہیں

جو بد ہو نے شرم و حجاب و حیا
نظر کو نہ پردے میں رکھتا خدا

نہیں بے حجابی مفید جہاں
ہوا چھپکے ہے راحت روح جاں

یہ پردہ ہے عزت بچائے ہوئے
یہ پردہ ہے حرمت بچائے ہوئے

اسی کی بدولت ہے یہ آبرو
اسی کی ثنا لغو نکو ہے جستجو

مجھے بے حجابی گوارا نہیں | کہ حکم شریعت سے چارہ نہیں
کہا پھر تو جی سے گذر جاؤنگی | ابھی سنکھیا کھا کے مرجاؤنگی
نئی روشنی کے ہو چشم و چراغ | بگاڑا ہی میں نے تمہارا دماغ
یہ سنتے ہی آتش ہوئے لعل خاں | غضب آیا نتھنوں سے نکلا دھواں
کہا میرا کہنا نہ مانے گی تو | نہ بدلے گی تیری پرانی یہ خو
اگر اپنی خو سے نہ باز آئے گی | بہت اپنی حالت پہ پچھتائے گی
ابھی ایک دن کی ہے مہلت تجھے | کہ خوب اپنے دلمیں سمجھ سوچ لے
یہ کہکر محل سے وہ باہر کو آئے | جبیں پر شکن اور تیوری چڑھائے

ہمجولی سے مشورہ

پلا ساقیا اب وہ مے بیدرنگ | کہ جس سے سخن میں ہو غصہ کا رنگ
پلا دے مئے ناب کا وہ زلال | کہ با تو نسے کھل جاے الجھن کا حال
نہ ہرگز کروں ترک امر مباح | نہ مانوں کسی ہمنشیں کی صلاح
لکھوں زوجۂ لعل خاں کا وہ حال | کہ سنتے ہی ہو جائیں دل پائمال
وہ تنہا ہوئی جب تو دلمیں کہا | کہ مجبور ہوں کیا کروں اے خدا

اگر بے حجابی گوارا کروں
تو شرعِ نبی سے کنارہ کروں

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کبھی کہتی خود جان دیدیجئے
ابھی زہر منگوا کے کھا لیجئے

اگر چھپکے اس گھر سے کیجے فرار
تو پھر کون سی جا ہے بہرِ قرار

پھرونگی جو بازار میں بے حجاب
تو کیا کیا کہیں گے مجھے شیخ و شاب

مرے باپ کی ناک کٹ جائے گی
مرے بھائیوں کو حیا آئے گی

وطن چھوڑ کر وہ کدھر جائیں گے
یقیں ہے کہ غیرت سے مرجائیں گے

الٰہی میں ناچار ہوں کیا کروں
مری وجہ سے ہوگا کتنوں کا خوں

بجز موت کچھ مجھکو چارہ نہیں
یہ صدمے اٹھانے کا یارا نہیں

مگر ہے تردد میں جانِ حزیں
کوئی زہر کا لانے والا نہیں

کسی سے کہونگی تو ہوئیگا قہر
کہ ہو جائیگا خود مرے حق میں ہر

نہ ماما۔ نہ نوکر کوئی لائے گا
مگر ہاں مرا راز کھل جائے گا

کبھی روئی اور گاہ تھرا گئی
کہ اتنے میں اک رازدار آ گئی

کہا آنکھیں کیوں لال ہیں خیر ہے
یہ کیا حال ہی حال کیوں غیر ہے

خدا کے لئے کچھ کہو تو ذرا
وہ بولی کہ شامت مصیبت۔ بلا

بہن میری خوبی تقدیر سے ہے — کوئی دن میں عزت نہ توقیر ہے
ہمارے میاں خوشدل و خوش دماغ — نئی روشنی کے بنے ہیں چراغ
انہیں ہے یہ ضد ٹوٹ جائے حجاب — سمجھے ہے یہ ہٹ میں ہوں عفت مآب
وہ کہتے ہیں تم چھوڑ دو پردے کو — کھلے بندوں بازار میں تم پھرو
مزہ زندگی کا اٹھائیں گے اب — تمہیں ساتھ اپنے پھرائیں گے اب
مرے دل پہ غم کی گھٹا چھائے گی — حیا کو اگر آگ لگ جائے گی
جسے عین راحت ہو فقدِ حیا — وہ بازار میں کیوں ہو رونق فزا
نہ کیوں پردہ اٹھنے سے دلگیر ہے — نگہ غیر کی نوک نشتر بنے
غضب ہے کھلے بندوں ہنگام شام — میں ہوں کیمپنی باغ میں خوشخرام
لچکتی کمر کو سنبھالے ہوئے — پھروں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے
رہوں مست وسکی سے آٹھوں پہر — کہوں غیر مردوں کو مائی ڈیر
بھلا مجھ سے ممکن ہے ایسا بہن — کہ ہوں عام راہوں میں زیب فتن
کہاں میں کہاں لیڈیوں کا مزاج — جداگانہ ہر دیس کا ہے رواج
سجے تن پہ کیا فیشنیبل لباس — کہ رہ رہ کے آتا ہے عصمت کا پاس
وہ دن نوج مجکو دکھائے خدا — بھرے سر میں آزادیوں کی ہوا

جو ہو بیحیائی سے شرمندگی — عبث ہی عبث ہی مری زندگی
اگر میری عصمت میں ہو کچھ خلل — تو دوبھر ہو ہستی کا ہر ایک پل
مجھے سُکھ ہے پردہ میں آٹھوں پہر — کلب گھر سے بہتر ہے ٹوٹا سا گھر
مجھے میز کرسی سے کیا کام ہے — مجھے چارپائی پہ آرام ہے
نہ توڑونگی پردہ نہ چھوڑونگی آن — کہ ہے پردہ داری شرافت کی جان
بدی کا ہے پیمانہ بے پردگی — نباتی سے ہے دیوانہ بے پردگی
وہ ساعت نہ آئے اُجڑ جائے گھر — رہوں میں کلب میں بچھڑ جائے گھر
مرے گھر کی چیزوں کا ہو جائے ناس — ہر اِک گوشہ ہو شکل صحرا اُداس
جو ساماں ہو گھر کا اِدھر سے اُدھر — بھیانک نظر آئیں دیوار و در
عجب وحشت افزا ہو گھر کا سماں — رہے رات دن بیکسی نوحہ خواں
یہ پردہ حمیت ہی اسلام کی — یہ پردہ شریعت ہی اسلام کی
نہ پردہ میں آئے بدی کا خیال — نہ پردہ میں ہو مہوشوں کو زوال
مناسب ہے عورت ہو عصمت میں فرد — نہ آواز تک بھی سُنے غیر مرد
یہ حکم شریعت ہے بیشک بجا — سخن پوش ہی پردہ آواز کا
حیا بیٹھنے سے بڑھے اَبتری — بُرائی کی جڑ ہے یہ پردہ دری

نکلتے ہیں جب دید کے حوصلے ۔۔۔ بھڑکتے ہیں دل میں نئے ولولے
تقاضا یہ ہوتا ہے جذبات کا ۔۔۔ بہے جائے دریا خیالات کا
مصیبت ہو بے پردگی میں عیاں ۔۔۔ دلوں سے بدی کا ہو چشمہ رواں
نہ ہے رسم پردہ عجب شان ہے ۔۔۔ حیا پردہ والوں کی ایمان ہے
کھلے ہیں کسی پر بھی قدرت کے راز ۔۔۔ چھپائے ہیں پردہ میں فطرت کے راز
نظر سے ہے پوشیدہ بزم عدم ۔۔۔ نظر سے ہے پوشیدہ خلد و ارم
نظر سے ہے پوشیدہ جام طہور ۔۔۔ نظر سے ہے پوشیدہ جنت کا نور
نظر سے ہے پوشیدہ عرش بریں ۔۔۔ نظر سے ہے پوشیدہ ہر حور عین
نظر سے ہے پوشیدہ پھولوں کی بو ۔۔۔ دلوں میں ہے جسطرح آرزو
سمجھ لیں یہ نکتہ ذرا اہل ہوش ۔۔۔ جو نادر ہیں اشیا وہ ہیں پردہ پوش
اگرچہ ہر اک جا ہے رب غفور ۔۔۔ مگر پھر بھی ہٹتا ہے نظروں سے دور
نہیں گو عیاں خود تو کیا عیب ہے ۔۔۔ نہ اعلیٰ ہو کیوں عالم الغیب ہے
یہی ہے جہاں آفریں کا نظام ۔۔۔ رہے پردہ میں حسن و خوبی تمام
وہ کہتے ہیں مجھ سے کہ پردہ کو توڑ ۔۔۔ یہ آبا و اجداد کی رسم چھوڑ
ذرا دل میں انصاف کر اے بہن ۔۔۔ پسند آئیگا کسکو ایسا چلن

اُٹھا دی اگر میں نے یہ رسم پاک
تو کٹ جائے گی باپ دادا کی ناک

کہیں گے یہ اپنے پرائے تمام
کہ اس نے ڈبویا شرافت کا نام

اگر میں سڑک پر پھروں بے نقاب
تو بھائی خجالت سے ہوں آب آب

اجل کی طرف رُخ کئے ہی بنے
اُنہیں جان اپنی دیئے ہی بنے

وہ کہتے ہیں سایہ پہن کر چلو
بہار آئی باغوں میں تن کر چلو

بناؤ نئی روشنی کو رفیق
ابھی چھوڑ دو ایشیائی طریق

مری اچھی باجی بتا کوئی بات
ملے ان بکھیڑوں سے مجھکو نجات

رہیں پردہ میں حسن آرائیاں
قیامت اُٹھائیں نہ رسوائیاں

بھلا کس طرح میم صاحب بنوں
کہ مردوں میں سایہ پہن کر تنوں

نزاکت کہاں سے میں اُنکی سی لاؤں
وہ باریک آواز کیونکر بناؤں

کمر پر کمانی چڑھا لوں اگر
یقیں ہے رہے درد پھر رات بھر

بہن اس مرض کا ہو ایسا علاج
کہ دم میں پلٹ جائے اُنکا مزاج

ہمجولی کا جواب

کہا ہمنشیں نے کہ سُن اے بُوا
یہ جو کچھ کہا تو نے سب ہے بجا

مگر اتنی تشویش کیوں ہے تجھے
یہ کیا بات ہے کیوں ہے ہلکان جی
بھرے گھر میں کھائے پئے خوش رہے
بسر ہو مزے میں گذرتی رہے
ترا عشق شوہر کا ایمان ہو
ترے حسن کا ہووے دیوانہ وہ
اسی میں ہے بس خوبی و بہتری
تری ہر ادا اُسکے دلکو لبھائے
مگر تو بھی طاعت میں سرگرم ہو
یہ حکم خدا ہے تو سُن میری غرض
بہن ان بکھیڑوں سے مُضطر نہو
وہ سردار ہے جاننا چاہیے
تامّل کسے حکم شوہر میں ہے
بنو پیاری باجی اطاعت شعار
ہمیشہ رہیں جاگتے تیرے بھاگ

خدا عمر بھر تیرا پردہ رکھے
ہمیشہ رہی مانگ چوٹی بھری
ہزاروں برس تو جئے خوش رہے
نکھرتی رہے اور سنورتی رہے
کہ وہ چاند سے مُنہ پہ قربان ہو
رہے شمع تو اور پروانہ وہ
کہ وہ قاف کی تجکو سمجھے پری
محبت تری اُسکے دل سے نجائے
کہ وہ موم کی طرح سے نرم ہو
ہے شوہر کی طاعت شریعت میں فرض
کبھی حکم شوہر سے باہر نہو
وہ مختار ہے ماننا چاہیے
اسی دم کی رونق بھرے گھر میں ہے
کہ ہے اُسکے دم سے یہ ساری بہار
ہزاروں برس تک رہے یہ سہاگ

بتاتی ہے والی خدائی اُسے | خدا نے عطا کی بڑائی اُسے
کماتے ہیں جو چار پیسے میاں | وہ کھاتی ہیں گھر بیٹھ کر بیویاں
اگر مرد بیکار بیٹھے رہیں | تو عورات فاقوں کے صدمے سہیں
وہی ذی خرد ہیں وہی باہنر | حکومت کا سہرا ہے مردوں کے سر
سمجھ بوجھ بھی ہے تمہیں کچھ بہن | بگڑنا ہے شوہر سے دیوانہ پن
اطاعت ہی کرنا نہ کھل کھیلنا | مصیبت ہے آفت ہے دُکھ جھیلنا
اگر اُسکے دل سے اُتر جاؤ گی | تو بس اپنے جی سے گذر جاؤ گی
تم اس ضد کو چھوڑو خدا کے لئے | نہ مُنہ اُس سے موڑو خدا کے لئے
نہ مالک ہو اُسکی نہ مخدوم ہو | وہ حاکم ہے تم اُسکی محکوم ہو
نہیں شہر میں عورتوں کی کمی | نہ ایسا ہو کر لائے وہ دوسری
گئی ہے گھر میں پھر تو قیامت بپا | غضب ڈھائے سوتن کی ہر اک ادا
تمہیں اشکِ حسرت بہانے پڑیں | رقابت کے صدمے اُٹھانے پڑیں
ملے خاک میں سب بہارِ شباب | جوانی کی ہو جائے مٹی خراب
پھر اس غم سے دوبھر ہو جینا تمہیں | پڑے زہر کا جام پینا تمہیں
بہن بھائی ماں باپ ہیں بھی تو کیا | عزیز سبھی خویش اپنے ہیں بھی تو کیا

زمانہ میں جاری ہی یہ رسم عام
کہ پڑتا ہے بیوی کو شوہر سے کام

اطاعت ہے شوہر کی واجب یہاں
ضرور آپ ہو جائیں پردہ نشیں

انہیں جب نہیں ہی حیا کا خیال
تو پھر کیوں تمہیں ہمیں ہی قیل وقال

یہ سُنکر کہا اُس نے اے ہمنشیں
مرے جیتے جی تو یہ ہونا نہیں

نہو خواب میں جو کبھی بے حجاب
نظر آئے عالم کو اُس کا شباب

پڑھی جائے دامن پہ جس کے نماز
وہ غیروں سے ہو محرمِ راز و نیاز

دلوں پر وہ بجلی گراتی پھرے
خلائق سے آنکھیں لڑاتی پھرے

خلاف شریعت ہے شوہر کی بات
غضب ہے کہ باہر ہو اندر کی بات

نہ مانونگی ہرگز میں اُس کا کہا
جو مانا تو حکم خدا کیا رہا

کسوٹی ہے مومن کی دینِ متیں
کسی طرح یہ بات جائز نہیں

ہوئی شام اتنے میں پھولی شفق
بنا صحنِ گلگون فلک کا ورق

رہا گفتگو کا یہی سلسلہ
ہوا کچھ نہ اِس بحث کا فیصلہ

خودکشی

پلا ساقیا حسرت آگیں شراب
نہ جائے حمیّت نہ اُٹھے حجاب

کہیں بلبلے مے وہ سر جوش ہو
کہ غیرت سے توبہ ہم آغوش ہو

ہر اک قطرہ میں ہو نرالی ادا
تڑپ اُٹھے ساغر سے برقِ فنا

ہو جان جانے کا کچھ بھی ملال
لگا ہوں میں دنیا ہو خوابِ خیال

قیامت اُٹھے گردشِ جام سے
فنا ہوئے دل نشہ کے نام سے

کہیں غنچے سر ٹپک کر یہ بات
نہ ہی دورِ ساغر نہ مے کو ثبات

بیئر ہو نہ بوتل میں وسکی رہے
نہ اُسکی ہوس اور نہ اسکی رہے

مٹاتا رہے چرخ نام و نشاں
کریں خرمنوں پہ نئی بجلیاں

نمایاں ہو ساغر سے طوفانِ نوح
ہے شوقِ پرواز میں مُرغِ روح

کہیں رند یہ دُکھ بھری داستاں
ہوئی وقفِ غم زوجہ لعل خاں

گھٹا ٹوپ اندھیرا وہ ساونکی رات
کہ وحشت کے قبضہ میں ہی کائنات

وہ چاروں طرف خوف چھایا ہوا
فلک بادلوں میں سمایا ہوا

اسی فکر میں تھی وہ زہرہ جمال
کہ بے پردگی سے ہے بچنا محال

ہوا سے کھلے کمرے کے جب کواڑ
وہیں دل پہ بس غم کا ٹوٹا پہاڑ

وہ رہ رہ کے خلوت میں یہ سوچتی
رہے پردہ قائم کہ بے پردگی

یہ طے کر لیا غم گوارا نہیں
بجز خودکشی کوئی چارہ نہیں

وہ زخمی جگر اور وہ ہنگام یاس
وہ پردہ سے ٹوٹی ہوئی دلکی آس

جگر سے وہ نالے نکلتے ہوئے
وہ حسرت کے نقشے بدلتے ہوئے

غم دل سے جو اشک خوناب تھا
وہ تاریخ محشر کا اک باب تھا

نگاہیں تھیں محو تماشائے رنج
لبالب تفکر سے مینائے رنج

رہا دل میں یوں درد پیہم کا زور
بیاباں میں جیسے بگولوں کا شور

اڑی دور کی انکو ٹوٹی ہوئی
ہوائی رخ مہ پہ چھوٹی ہوئی

وہ گریہ وہ ہنگامۂ بیکسی
وہ دلکی پریشانی وبے بسی

جسے ہو جوانی میں مرنا پسند
قضا کیوں ہو اسکی مٹھی میں بند

جوانی کی عمر اور اجل کی طلب
غضب ہے غضب ہے غضب ہے غضب

کوئی فتنہ جاگے کہ محشر اٹھے
مگر سوئے یوں نہ پھر سر اٹھے

نہیں کوئی پردہ نہ خوف نشور
کہ ہو پاس عفت میں جاں تن سے دور

تباہی کے آثار چھائیں تو چھائیں
فلک سر پہ نالے اٹھائیں اٹھائیں

قضا کے تقاضے سے کیوں ہو ملول
تصور دکھاتا ہے جنت کے پھول

بجا ہے اگر زندگانی ہو شاق
کہ پھولوں کی چادر کا ہے اشتیاق

جو بوئے فنا پر ہو غش بار بار
اسے خار حسرت ہوں چوٹی کے ہار

غرض وہ ستم دیدہ آفت نصیب | بلاکش مصیبت کی ماری غریب
ہوئی مستعد خودکشی کے لئے | سہے سینکڑوں دُکھ اسی کے لئے
یہ سوچی کہ موجود ہیں والدین | مرے غم میں اُنکو نہ آئے گا چین
وہاں جائے گی جبکہ ایسی خبر | وہ تڑپینگے لوٹینگے دو دوپہر
بکھرے ہوئے بال آئے گی ماں | مچائے گی میت پہ شور وفغاں
جنازے پہ روئینگے سب رشتہ دار | نظر آئیگا اک جہاں سوگوار
کہیں گے یہ آیا ستم ہے ستم | کہ ٹوٹا مری جان پر کوہِ غم
یہ کیا بات دختر کے دلمیں ٹھنی | یہ مقتولِ تیغِ اجل کیوں بنی
بچھڑتی ہوں اُنسا کئے جاؤں نہیں | تسلی کچھ اُنکو دئے جاؤں نہیں
میرے بعد کیا جانے کیا ہو گماں | نہیں رُکی جاتی کسی کی زباں
خدا جانے افواہیں کیا کیا اُڑیں | خیالاتِ ہمسایہ کس سمت جائیں
یہ کہہ کر اُٹھا لائی کاغذ قلم | کیا باپ کو اپنے نامہ رقم

لعل خاں کی بیوی کا اپنے باپ کے نام خط

مرے قبلہ وکعبۂ دو جہاں | رکھے تمکو خوش خالقِ انس وجاں

ہزاروں برس تم سلامت رہو
سلامت رہو تا قیامت رہو

گذارش کرے کیا یہ غم کی اسیر
کلیجہ میں چھن چھن کے اُترے ہیں تیر

مجھے رات کو چین آتا نہیں
کوئی میری ڈھارس بندھاتا نہیں

غم و رنج میں بسر ہوتے ہیں دن
مصیبت میں کٹتا ہی ہنسنے کا سن

جو پایا تو پایا یہ شادی کا پھل
فسردہ ہوا میرے دل کا کنول

اُٹھانے سے صدمونکے رنجور ہوں
میں اب جان دینے پہ مجبور ہوں

توقع نہیں کچھ کہ قسمت لڑے
مرے سر پہ اب آسماں پھٹ پڑے

سنو کان رکھکر یہ رودادِ غم
کہ ہے دردانگیز فریادِ غم

نہو مجکو یہ بھول کر بھی گماں
کہ بدنام ہو اِک بڑا خانداں

اگر میرے ہاتھوں سی پردہ اُٹھے
تو کیا کیا گھروں میں نہوں تذکرے

بھلا مجکو تابِ ملامت کہاں
سنوں راہ میں لوگونکی پھبتیاں

جو بے پردگی ہو طریقہ مرا
پسینہ پسینہ ہوں سب اقربا

وہ سر جس میں سودائے فیشن رہے
وہ دل جس کو پردہ سے اَن بن رہے

وہ نظریں جو بزمِ تماشا میں ہوں
وہ آنکھیں جو بازارِ دنیا میں ہوں

وہ ملجائیں مٹی میں تو خوب ہے
حیا کی صفت مجکو مرغوب ہے

کہاں ہیں۔ کہاں بے حیائی کی دھوم — کلب میں ہے نامحرموں کا ہجوم
عیاں جس کے جلوہ کا ذرہ نہو — غضب ہو کہ اب اس کا پردہ نہو
خیالات کی ہے یہ صورت گری — کہ اب عورتیں ہوں جہل سے بری
ہو نازش کنبہ اٹھیں انگلیاں — پھریں شہر میں ساتھ لیکر میاں
کلیجے کے ٹکڑے ہوں طعنوں سے ہیں — دل غمزدہ سے اٹھے موج خوں
کمینوں کو پیدا ہو یہ حوصلا — شریفوں کو دیں گالیاں برملا
سر راہ طوفاں اٹھائے کوئی — شرافت نہ خاطر میں لائے کوئی
رذالے اڑائیں ہماری ہنسی — کہیں ہو وہ۔ چاہے ہو انکا جی
نہو پارسائی نہ عصمت کا نام — ہے بس یہی تو سیر و تماشے سے کام
ملا ہے مجھے مرد گم کردہ راہ — نہ جسکو حیا اور نہ خوف الہ
وہ کیا سر جس میں نہیں آبرو — وہ کیا دل ہو جس میں شرافت کی بو
ہو جو شمع کو چھوتے ہیں ہم پھونک دیں — تو ہو سیر بازار حاصل ہمیں
نہیں بے حجابی ترقی کی راہ — یہ آنکھیں نہ اٹکی ہے درسگاہ
طبیعت ہر اک عیب سے پاک ہو — تو لذت نہیں سیر سے خاک ہو
کہاں شرم کا پاس گھر چھوٹ کر — کہ غیروں پہ آجائے دل لوٹ کر

کریں مل کے بد مست مے نوشیاں — تو باغوں میں پھریں ہم آغوشیاں
نکالیں ہمیں گھر سے بربادیاں — ابھاریں ہمیں دل کی آزادیاں
کلب میں ہر اک یار جانی بنے — غرض بیحیائی کہانی سنے
یہ منظور کب ہے مجھے اے پدر — کہ ہو طنز سے پارہ پارہ جگر
مری بے حجابی پہ رونا پڑے — نہیں مفت میں جان کھونا پڑے
یہی چاہتی ہوں کہ عالیجناب — مرا نام ہو یادگار حجاب
ارادہ ہے کچھ کھا کے مر جاؤں میں — مروں بھی تو یوں نام کر جاؤں میں
جو وہ چاہتا ہے ہنوں پردہ در — تو ترسا کرے شکل کو عمر بھر
نہ ہو کچھ بھی قصہ یہ جھگڑا چکے — مروں میں تو کنبہ کی عزت رکے
رہیں آپ محفوظ ہر بات سے — بچھڑے ہیں یہ سب ہی ذات کے
محبت پدر کی ہے ضرب المثل — مگر اس وصیت پہ کیجے عمل
مری لاش پر کوئی غوغا نہ ہو — ذرا گھر کی باتوں کا چرچا نہ ہو
الم جھیلئے صبر فرمائیے — ذرا والدہ کو بھی سمجھائیے
وہ پھر ایں دلکو ہوں بیقرار — مرے غم میں تڑپیں نہ وہ بار بار
ہمیشہ کو قایم یہ دنیا نہیں — کسی کے لیے کوئی مرتا نہیں

زمیں پر ہوئے دفن کیا کیا بشر
گیا یاں سے جو سوئے ملک بقا
دبے ہیں تہ خاک کیا کیا جواں
جو خوش پوش تھے مہ لقا گلبدن
سکندر رہے باقی نہ ہے جامِ جم
نہیں رہتی امواج کی پیچ و تاب
یہ ہے زندگی یا کوئی خواب ہے
کبھی تو ہے بزمِ چمن کا چراغ
نہ قطرہ میں ہے تازگی تا ابد
نہ آئینہ میں ہے صفائی مدام
ہمیشہ رہی شمع کی کچھ بھڑک
ہمیشہ نہیں بلبل و گل کی چاہ
گلستاں میں ہیں چہچہے چند روز
نہ دھی ہے گلاوتی ہوا چار دن
یہی کہہ رہی ہے صدائے جرس

کسیکا نہ ماتم رہا عمر بھر
کسی سے بچھڑ کر نہ کوئی ملا
بڑی بے وفا ہے یہ عمر رواں
مرے جب تو پایا نہ دو گز کفن
قیامت رُبا ہے ہوائے عدم
ٹھہرتا نہیں سر پہ تاجِ حباب
کہ ہر ایک شے نقش بر آب ہے
کبھی نیست نابود لالہ کا داغ
نہ ہے روشنی ذرّہ کی تا ابد
نہیں مہر و مہ کی ضیا کو دوام
نہ پروانہ کی دائما ہے پھڑک
جو ہے بھی تو دو دن کی ہے رسم و راہ
سر بزم ہیں قہقہے چند روز
دکھاتا ہے رنگ حنا چار دن
کہ اللہ بس اور باقی ہوس

اگرچہ ہے اس طرح مرنا حرام — مگر ایسے جینے کو بھی ہے سلام

یہ خط لکھ چکی جبکہ وہ دردمند — کیا اُسنے فوراً لفافہ میں بند

لفافہ پہ لکھ کر پتہ باپ کا — وہ خط سامنے میز پر رکھ دیا

اچانک جو آئی کتابونکی یاد — اُٹھا کر اُنہیں روئی وہ نامراد

گلستاں کبھی دیکھی گہ بوستاں — ہوئے جوش حسرت میں آنسو رواں

کہا تم ہو سرمایۂ علم و عقل — فزوں عرش سے پایۂ علم و عقل

تمہاری عبارت ہی حسنِ خیال — تمہاری نگارش بہارِ کمال

تمہیں جو پڑھے اُسکا دل شاد ہو — یہ دولت وہ ہی جو نہ برباد ہو

تمہاری علامات جانِ خرد — تمہارے خیالات شانِ خرد

یہ میری حکایت بھی ہی یادگار — اسے بھی لکھے کوئی زیبا نگار

گلستاں میں تھوڑا اضافہ کرے — اثر کوٹ کر بندشوں میں بھرے

دل اپنی طرف کھینچے عرضِ حال — کہ قایم ہو عبرت کی زندہ مثال

اُٹھا لائی پھر ایک صندوقچی — رکھی جس میں زیور کی ہر چیز تھی

کیا قفل وا اُس گل اندام نے — اُٹھا کر ہر اک شے رکھی سامنے

نظر تھی زبس زیوروں سے دوچار — کہا پیار میں ہار سے ایک بار

اُلجھتا ہے کیوں تو سنبھالوں تجھے — اِدھر آ گلے سے لگا لوں تجھے
کبھی تو بنا تھا بیاضِ گلو — نہ وہ دل رہا اب نہ وہ آرزو
علی بند پر کہ اُٹھی یا علیؑ — بہت روی دیکھی جو چمپا کلی
کہا پہنچیوں سے اِدھر آؤ تم — پھرے ہاتھ سے پھر لپٹ جاؤ تم
نہ ہونگے یہ زیور نہ ہوگا یہ ہاتھ — ہیں تربت میں کھیلونگی مٹی کے ساتھ
کبھی اُسنے جھومر کو بوسے دئے — کہ رخصت ہو تو عمر بھر کے لئے
کبھی آرسی سے ہوئی بات چیت — جتائی کبھی اُسنے چھلّوں سے پیت
کبھی بالیوں پر وہ روتی رہی — کبھی اُن میں موتی پروتی رہی
کبھی اُس نے جوشن کو رخصت کیا — کبھی اُس نے چھابجن کو رخصت کیا
سُہاگن کو ہوتا ہے زیور عزیز — اُسے فرطِ غم میں نہ تھی کچھ تمیز
ہر اِک چیز کو توڑ کر پھینکنی — اُٹھا کر اِدھر سے اُدھر پھینکنی
نمایاں ہوا طرزِ دیوانگی — ہوئی عقل سے اُس کو بیگانگی
تغیر ہوا جملہ عادات میں — سمائی تھی وحشت خیالات میں
یہ تھا فرطِ غم سے تقاضائے لب — کہ ذوقِ اجل ہمکو حاصل ہوا اب
نگہ کو جو تھی جستجوئے فنا — تو تھی سامنے صاف راہِ بقا

یہ کہتی تھی دلمیں وہ عفت مآب
الٰہی نہ مٹی ہو میری خراب

مٹے پاس حسرت سے نام و نشاں
نکل جائے دم بھر میں قالب سے جاں

یہ دنیائے فانی ہے عبرت کدہ
مروں جب تو ہو قبر راحت کدہ

ہوئی مضطرب اور یہ رو کر کہا
مجھے اپنی آغوش میں لے قضا

ابھی ختم ہوا ہیں نفس کا شمار
ابھی پر تو ہے زندگی کا بدار

پھر اک بار بیتاب ہو کر اُٹھی
کواڑ و نکی دینے لگی چٹخنی

یہ تھی فکر کس چیز سے ہوں ہلاک
کروں اپنا قصہ میں کس طرح پاک

نہیں کوئی دنیا میں جینے کا ڈھب
مگر جان کھونیکے لاکھوں سبب

بہت تھی حراساں وہ حسرت نصیب
نہ تھی کوئی بھی چیز اُس کے قریب

یہ سمجھی کہ میرا مقدر لڑا
نظر آگیا چھت میں اُسکو کڑا

دوپٹہ لیا ہاتھ میں برمحل
رسن کر دیا اُسکو دے دے کے بل

پلنگڑی کھڑی کر کے اوپر چڑھی
بلندی پہ پہنچی تو ہمت بڑھی

کیا یہ سر دست مردانہ پن
کڑے میں دوپٹے کے ڈالی رسن

پھر آہستہ اُتری اُسے باندھ کر
کہ آہٹ نہ سن پائے کوئی بشر

مصلیٰ بچھا کر پڑھی پھر نماز
وظیفہ پڑھا پھر بسوز و گداز

کہا یا خدا غرقِ عصیاں ہوں میں
خطاؤں سے اپنی پشیماں ہوں میں

کیا غم نے آمادۂ خود کشی
کہ دوں جان بس اب یہی ہے خوشی

گنہگار ہیں تو غفور الرحیم
خطاوار ہیں۔ تو غفور الرحیم

ترا کام دکھیاروں کی نجات
تجھے بخشدینا ہے ادنیٰ سی بات

تو ہے سب کا مختار اے دادگر
نہ پتہ ہلے تو نہ چاہے اگر

پلٹ جائے گر آئے ڈسنے کو ناگ
جلائے نہ مجکو جہنم کی آگ

ڈرائیں نہ گرزوں سے مجکو ملک
نہیں تاب اُٹھاؤں جو اُنکی دھمک

ہے یوں میرے ہاتھ پردہ کی رسم
کہ ہو قبر میں ساتھ پردہ کی رسم

ہر اک سے رہوں مُنہ پھرائے ہوئے
کفن میں ہوں منہ چھپائے ہوئے

مناجات کی جب اُس نے تمام
لکھا ایک مکتوب شوہر کے نام

خط بنام شوہر

میرے محرم راز پیارے انیس
میرے مونس و ہمدم و ہم جلیس

تمہاری خوشی پر رہی ہے نظر
بطاعت میں گذرے ہیں آٹھوں پہر

میں گو بعض باتوں پہ جلتی رہی
مگر پھر اشاروں میں چلتی رہی

نہیں ہو سکا کچھ خلافِ مزاج — تمہیں ہی سمجھتی رہی سر کا تاج

ہمیشہ کیا وہ جو تم نے کہا — نہ دیکھا کبھی میں نے اچھا برا

جو مرضی تمہاری وہ مرضی مری — تمہاری خوشی عین میری خوشی

مگر جس میں ناراض ہو کبریا — برا ہے۔ برا ہے۔ برا ہے برا

کہا بارہا آپ سے صاف صاف — برے کام سے مجھکو رکھیے معاف

گوارا نہیں مجھکو بے پردگی — نہ مانیگا اسکو کبھی میرا جی

کریگی نہ ہرگز وہ یہ دل ملول — جو ہے منع نزدِ خدا و رسول

مگر آپ سمجھے نہ اس میں گزند — کیا بیحیائی کو میری پسند

مرا عذر تم نے نہ مانا کبھی — نتیجہ کو اسکے نہ جانا کبھی

وہ سب کہہ چکی تھا جو کہنے کا حق — بس اب غم سے میرا کلیجہ ہے شق

اکڑو اب وہ تم جو تمہاری خوشی — یہی بات بہتر ہے جو چاہے جی

کوئی شوخ لیڈی ولایت سے لاؤ — کرو سیرِ گلشن ہوا اور پلاؤ

کسی اچھی صورت کا سودا کرو — کلب گھر میں تم تاش کھیلا کرو

تمہیں کیا پڑی ہے جو ٹھہراؤ دل — کسی مس کی زلفوں سے اٹکاؤ دل

مجلسی سے ہے جو ہوٹل پر نگاہ — بلا سے جو ہو دین و مذہب تباہ

نئی روشنی اس طرح چھائیگی ۔۔۔ تمہاری طبیعت پھڑک جائیگی
رہو صدقے مغرب کی تہذیب پر ۔۔۔ بگڑ جائے گھر یا اجڑ جائے گھر
گلستان فیشن میں پھولو پھلو ۔۔۔ جدھر کی ہوا ہو ادھر کو چلو
قیامت کی چم پر رہی لوٹ ہیں ۔۔۔ پہن ہو نئی قسم کے سوٹ ہیں
نمایاں ہو پوڈر کی رخ پر چمک ۔۔۔ بنے مرکز عیش ٹھنڈی سڑک
رہیں ناچ گھر میں نئی شوخیاں ۔۔۔ بلائیں ڈیر کہہ کے سب لیڈیاں
مے ناب ہو سوز ہو ساز ہو ۔۔۔ عجب مست باجہ کی آواز ہو
بنو اہل یورپ کے تم ہم سخن ۔۔۔ چھری اور کانٹے سے کھاؤ ٹفن
تمہیں ہو برانڈی کا چسکا نیا ۔۔۔ مزا مجکو آئے لب گور کا
تمہیں ہو گا کھو نئی مرغی حلال ۔۔۔ مرا طائر روح ہو تیز بال
ادھر خوش ہوں بچھڑے برنا و پیر ۔۔۔ ادھر ہوں جوابات منکر نکیر
ادھر ڈاگ ہو اور سیٹی کا شور ۔۔۔ ادھر غم کا شیون ہو بالائے گور
ادھر کوٹ پتلون کی ہو پہن ۔۔۔ ادھر قبر ہو اور میلا کفن
ترستا ہو پھولوں سے میرا مزار ۔۔۔ مگر آپکی لیڈی پہنے ہو ہار
اڑا او چرٹ تم تو شام و پگاہ ۔۔۔ مری قبر سے ہو رواں واہ واہ

جو بے پردہ ہو کر ہوں رسوائے عام — جبیں خاک ہم زندگی کو سلام
ہوا آپ کی بات کا یہ اثر — مجھے پیش آیا عدم کا سفر
کہوں کیا جو صدمہ اُٹھانا پڑا — کہ جینے سے بھی مُنہ چھپانا پڑا
نہ پردہ کو توڑوں نہ کھولوں بھرم — یہ آنکھیں ہیں اور سیرِ مُلکِ عدم
رہی یاد - مرقد میں سونیکو ہوں — ہیں اب جان سے ہاتھ دھونیکو ہوں
یہ خط لکھ کے وہ اشک ریزاں ہوئی — بھری سرد آہیں پریشاں ہوئی
چڑھی پھر پلنگڑی پہ وہ ماہرو — کیا اُس نے پھندے کو زیبِ گلو
خدا سے کئے پھر عیاں دل کے راز — کہا اے مرے خالقِ بے نیاز
تری ذات ہی سب کی فریادرس — تو ہی عاصیاں را خطا بخش و بس
یہی کہتے کہتے ہوئیں آنکھیں بند — لرزنے لگا جسم کا بند بند
چڑھی تھی بدن پر ابھی کپکپی — یکایک لٹک کر وہ دم سے گری
پھڑکنے لگی قالبِ تن میں جاں — لگا ہونے تاریک سارا جہاں
یہی لحظہ لحظہ تقاضائے روح — کہ ہو جسم خالی نکل جائے رُوح
وہ ظلمت سی آنکھوں میں چھائی ہوئی — زباں خود بخود لڑکھڑائی ہوئی
تماشائے عبرت ہی ایسا مقام — کہ ہو صبحِ ہستی میں ماتم کی شام

بدن میں وہ اُٹھن خدا کی پناہ
وہ آنکھوں کے آگے فرشتوں کا غول
وہ دل میں خیالاتِ ملکِ عدم
لگا ہو نہیں وہ جلوۂ ذاتِ حق
وہ پردے میں شکل اجل کی نمود
نہ ہستی کے جانیکا تھا کچھ محزن
یہ کہتی رہی شرم پروردگار
تجلّی کی ذرّہ نہیں ہو اک ادا
ہوا باغِ جنّت کی آنے لگے
ہم آغوشِ وحدت ہو وہ نازنیں
رہائی کا مژدہ سنائے قضا
یہ کہتا رہے اُڑ کے چہرہ کا رنگ
مگر جب تلک ہو نہ حکمِ قضا
ہوس میں بشر کی ہے شرمندگی
بر آتی نہیں کوئی انساں کی بات

نفس میں وہ اُلجھن خدا کی پناہ
وہ کچھ آسمانی زبانوں کے بول
وہ چھایا ہوا موت کا ابرِ غم
زباں پر وہ ہنستہ آیاتِ حق
وہ ٹوٹا ہوا سا طلسمِ وجود
فقط دل کو تھی یادِ گور و کفن
کہ اقلیمِ خاکی ہو دم میں تباہ
کھلے حال کچھ بابِ عرفاں ہوا
مسافر کی محنت ٹھکانے لگے
جسے تاب سیرِ فنا کی نہیں
کہیں جلد اللہ آئے قضا
نہیں کوئی اپنے ٹھہرنیکا ڈھنگ
مرے آپ انساں کی ہے تاب کیا
نہ جینا ہے بس میں نہ ہے زندگی
کہ مختارِ کل ہے وہی ایک ذات

گری جب وہ اک شور برپا ہوا
کہا بچیو دوڑیو کیا ہوا

یہ فتنہ اُٹھا شب کے بارہ بجے
کہ سوتے ہوئے سب کے سب جاگ اُٹھے

ہوئی نیند تک عورتوں کو حرام
چلی آئیں کمرہ کی جانب تمام

کواڑوں کو جھٹکے دئے بار بار
کہ کھلجائے کمرہ تو آئے قرار

وہ جھٹکے ہوئے دشمن خانگی
کہ اوپر سے نیچے گری چٹخنی

کھلا کمرہ داخل ہوئیں بیبیاں
ملی اُنکو بیہوش وہ نیمجاں

نہ تاب و تواں تھی نہ ہوش و حواس
پریشان تھے بال چہرہ اُداس

نقاہت سے تھی نبض چھوٹی ہوئی
غم و رنج سے آس ٹوٹی ہوئی

نمایاں تھی چہرہ سے مرنیکے ڈھنگ
اُڑا تھا پری کے عارض کا رنگ

حیادار آنکھوں میں سُرمہ کہاں
پڑی تھیں الگ ٹوٹکر چوڑیاں

ہٹا ٹیکا لاکھے نے ڈھایا ستم
مسی لب سے چھٹکر بنی رنگ غم

اشاروں میں تھا موت کا اشتیاق
نگاہوں میں تھا انتظار فراق

فقط جسم لاغر میں باقی رمق
ہر اک آہ لبریز جوش قلق

کوئی جیسے جینے سے بیزار ہو
کوئی جیسے برسوں کا بیمار ہو

ہوئی اس طرح اسکی حالت خراب
ملا زندگی کی طرف سے جواب

کہا عورتوں نے یہ سر پیٹ کر ۔۔۔ نہ توڑے کوئی یوں ستم جان پر
اسے کھیل ٹھہرا ہے دکھ جھیلنا ۔۔۔ اسے بات سے ہے جان پر کھیلنا
ارے یہ تو جی سے گذرنیکو ہے ۔۔۔ جوانی میں کمبخت مرنیکو ہے
سمجھتی نہیں خودکشی کو گناہ ۔۔۔ نکالی ہے ظالم نے مرنیکی راہ
یہ حکم خدا سے بھی ہے بے خبر ۔۔۔ نہیں اسکو دوزخ کا خوف و خطر
کسی نے کہا میری اچھی بوا ۔۔۔ سڑن ہو گئی اسکو سودا ہوا
دوانیکو یہ خبط سوجھا عجیب ۔۔۔ پڑا عقل پر پردہ پھوٹے نصیب
اسے پاس ہے اسقدر آن کا ۔۔۔ کوئی نوج دشمن ہو یوں جان کا
کسی نے کہا ہائے کیسا غضب ۔۔۔ کہ اس عمر میں ہو یہ ایذا طلب
چلے بھی تو سیدھی عدم کو چلے ۔۔۔ نہ دودھوں نہلائے نہ پوتوں پھلے
سہے دکھ یہ دکھ ہیاں ہے موت کا ۔۔۔ نہ دیکھا ہو آنکھوں سے اچھا برا
کسی نے کہا اُف یہ اسکا جگر ۔۔۔ کہ بیٹھی ہے سر سے کفن باندھ کر
یہ نازک گلا اور یہ پھندا کڑا ۔۔۔ اڑے ہوش اُف رے نرا جیوڑا
کسی نے کہا اب نہ باتیں بناؤ ۔۔۔ اری بیویو لعل خاں کو بلاؤ
رہا شور محشر بپا آس پاس ۔۔۔ نہ جنبش میں آئی وہ تصویر یاس

نہ اُنکی سنی اور نہ اپنی کہی
وہ پھانسی گلے کی گلے میں رہی

رہا دیر تک اس طرح شور و شر
کہ اتنے میں آئے پدر دوڑ کر

سُنا اُسنے جسوقت بیٹی کا حال
پدر کو ہوا انتہا کا ملال

وہ خط جسمیں لکھا تھا سارا بیاں
اُسے پڑھ کے آنکھیں ہوئیں خوں فشاں

یہ تھا حال جو لعل خاں آگئے
یہ مجمع جو دیکھا تو گھبرا گئے

وہ روتے ہوئے آئے بیوی کے پاس
فقرہ ہوئے لال خاں کے ہواس

کبھی ڈاکٹر تب بلائے گئے
اطبائے نامی بھی لائے گئے

رہا ایک ہفتہ برابر علاج
سنبھلنے لگا رفتہ رفتہ مزاج

طبیعت مرض سے سنبھلنے لگی
وہ اُٹھ اُٹھ کے دو گام چلنے لگی

گئی دل کی دھڑکن نقاہت گئی
جو تھی درد پنہاں کی شدت گئی

نظر آئے صحت کے آثار کچھ
بدلنے لگا رنگ رُخسار کچھ

لبوں پر وہی ناز کی چھا گئی
کلی پھوٹ نکلی بہار آگئی

اسی طرح چہرہ ہوا سرخ فام
نہ تھا گورے گالوں پہ زردی کا نام

وہی چشم تھی اور وہی تھا سرور
نگاہیں مسرت کے نشہ میں چور

وہی تیر مژگاں میں تھا بانکپن
نئے سر سے جوبن ہوا جوش زن

شگفتہ ہوئی وہ گلو نکی طرح ۔۔ چہکنے لگی بلبلو نکی طرح
شفا یاب ہوتے ہی سوجھا سنگھار ۔۔ وہی تھا سنورنا وہی تھا نکھار

لال خاں کا اپنی زوجہ کو بے پردہ کرنا

پلا ساقیا ساغر زرنگار ۔۔ کہ شرم و حیا ہونگا ہو نکے پار
وہ مے جسمیں دیکھو ہو پیچ و تاب ۔۔ وہ مے توڑ دے جو طلسم حجاب
وہ مے جسکے نشہ میں ہوں مستیاں ۔۔ پلٹ جائیں عصمت بھری ہستیاں
وہ مے جس کا ہر قطرہ زہر آب ہو ۔۔ کہ پینے میں دل جس سے بیتاب ہو
وہ مے جسکی گرمی حیا سوز ہو ۔۔ جگر دوز ہو بینش اندوز ہو
وہ مے جس میں ہو ولولہ سیر کا ۔۔ وہ مے جو بدی سی ہو ذوق آشنا
وہ مے جس سے بجھ جلے دلکی لگی ۔۔ ڈہلک جائے آنکھوں سے پانی ابھی
صراحی کی قلقل ہو شور غضب ۔۔ چہرٹ کا دھواں ہو خمار طرب
وہ مے جسکی صافی ہو سایہ کا گھیر ۔۔ وہ مے جسکے ساغر میں ہو ابر پھیر
وہ مے جسمیں تہذیب کا ہو نچوڑ ۔۔ وہ مے جس پہ چلجلے زندہ جوڑ
وہ مے جسکا پیمانہ ہو اسن کا بوٹ ۔۔ وہ مے جسمیں ذوق نظارہ کی کوٹ

وہ مے جسکی مستی ہو بیدار عام — وہ مے جس پہ قربان ہو اولڈ ٹام
وہ مے جسمیں آزادیوں کی اُمنگ — وہ مے جسمیں ہے شرمیوں کی ترنگ
وہ مے جس کے پینے میں ہوں سو مزے — کہ پردہ میں گُھٹ گُھٹ کے رہنے نہ دے
وہ مے جس کی بُو یہ نصیحت کرے — خبردار پردے سے رہنا پڑے
ثنا خوان تہذیب ہاں کبھی پڑھ — کہ پردہ ہے امراض نسواں کی جڑ
وہ مے جو کلب میں ہو آب حیات — وہ مے جسمیں ہیں پردہ شکن کی نجات
وہ مے جسکے پیتے ہی جادو نگار — لکھیں داستان نصیحت شعار
کہ اک روز گھر میں گئے لعل خاں — لُنڈھلے ہوئے بادۂ ارغواں
کیا اپنی بیوی سے پھر یہ سخن — چلو گھر سے باہر کھڑی ہی فٹن
تمہیں کیوں نہ تکلیف معلوم ہو — کہ پنجرے کے جلوہ سے محروم ہو
چلو آؤ دیکھیں بہار فضا — نئی روشنی کا ہے عالم نیا
تماشے نئے ہیں نظارے نئے — نظر آئیں گے چاند تارے نئے
اُڑیں جب ہوا میں گلوں کے ورق — نگاہوں میں روشن ہوں چودہ طبق
عجب لطف ہی کُرۂ باد میں — کھلے پھیپھڑے سینہ ہی چشم آزاد ہیں
نباتات کی وہ نرالی پھبن — ہوا یوں چلے جیسے کوئی دلہن

نسیم و صبا کی وہ اٹھکھیلیاں
وہ نہر و نہ شیشے چھلکتے ہوئے
قوی ایک پل میں بدلتے ہیں روپ
نظر آئے جنگل میں شانِ جمال
یہ قانونِ قدرت ہے اے خوبرو
اُٹھائیں نہ کیوں عیش رنگیں لطفِ سیر
چُھپاتی ہیں جو مُنہ وہ ناشاد ہیں
نہ ہے خوش ادائی نہ لب پر ہنسی
نزاکت ہے ایسی چلا بھی نہ جائے
کبھی چہرہ صاف پژمردہ ہے
بٹھاتا رہے اُنکو ضعفِ جگر
مٹاتی رہیں دل کی بیتابیاں
مری بات بوجھی نہ اتنا کچھ
یہ سُنکر کہا اُس نے چل ہٹ دماغ
خبردار چپ سنو سُناؤنگی میں

وہ سبزہ وہ نہریں وہ آبِ رواں
برانڈی کے ساغر چھلکتے ہوئے
کہ ٹینس کی ہو فیلڈ میں دوڑ دھوپ
بنے شمعِ مقصود چشمِ غزال
کہ ہر دل ہو عالم میں پر آرزو
کہ نیچر سے ہر ایک ہو مستفید
قوی اُنکے پردہ میں برباد ہیں
پڑی ہیں وہ گھر میں اپاہج بنی
ذرا سے مرض میں اُٹھا بھی نہ جائے
کبھی رنج سے طبع افسردہ ہے
ستاتا رہے اُن کو دردِ کمر
گھُلاتی رہیں شب کی بیخوابیاں
نہ دیر اب کرو بس چلو باغ کو
دکھانے چلا ہے مجھے سبز باغ
بھلا تیرے فقروں میں آؤنگی میں

کہیں پردہ کو ہاتھ سے دونگی میں — نگوڑے تری دُرّیاں لونگی میں
انوکھی دلیلوں سے پھر کیا غرض — نہیں ہے مجھے بخشنے کا مرض
تجھے کچھ بھی پروائے عصمت نہیں — ترے دل میں پردہ کی عزت نہیں
بڑھے کیوں نہ پردہ کا جاہ و جلال — یہی اہل باطن میں ہے قیل و قال
کہ خلوت میں ہے نور پروردگار — سر جلوہ پردے ہیں ستّر ہزار
گناہوں سے ہے دور اُس کا جمال — یہ ہے عظمت پردہ کی اک مثال
سنی لال خاں نے جو یہ گفتگو — بگڑ کر کہا ہم نہیں یا کہ تو
تجھے آج باہر نکالیں گے ہم — یہ پردہ کی علّت نہ پالیں گے ہم
بُری طرح پھر اُس کا پیچھا لیا — اِدھر ہاتھ چھوٹا اُدھر جا لیا
وہ سہمی ہوئی اور سمٹتی ہوئی — چلی لال خاں سے لپٹتی ہوئی
خدا سے وہ نظریں چُراتی ہوئی — مقدر کو ٹھوکر لگاتی ہوئی
وہ رُکتی ہوئی اور ٹھٹکتی ہوئی — چلی ہر قدم پر جھجکتی ہوئی
وہ آنکھوں سے آنسو بہاتی ہوئی — دوپٹہ سے تنکو چھپاتی ہوئی
وہ ہر گام پر آہ کرتی ہوئی — زمانہ کے طعنوں سے ڈرتی ہوئی
وہ دل ہی دل میں شوہر سے بُھنتی ہوئی — وہ الزام میں سر کو دُھنتی ہوئی

وہ اپنے نصیبوں کو روتی ہوئی
ہوئی جلوہ گر بزم احباب میں
وہ اُس کا بدن تھرتھراتا ہوا
ہوئے موجزن شرم کے ولولے
سنیں جب گھڑی پھبتیاں برمحل
اُٹھا پردہ پردہ میں دل سے دھواں
حیا کی تمنّا کہ ہو سرنگوں
تقاضائے عصمت کہ ڈھانکے بدن
وہ غصّہ کی حالت وہ چہرہ کی تاب
بنی زلف شب تاب مار سیاہ
جبیں کی لکیروں سے ظاہر ملال
یہ رُخ کہہ رہا تھا کہ لا دو نقاب
جب ہی اُس نے ہاتوں کو مُنہ پر لیا
اگر اُس نے منہ کو پھرایا ذرا
وہ دنیا کی ہواؤں سے بیگانہ تھی

بزرگوں کی عزّت ڈبوتی ہوئی
وہ دیکھا جو دیکھا تھا خواب میں
وہ اُس کا قدم لڑکھڑاتا ہوا
دبایا جو آنچل کو دانتوں تلے
بگڑنے لگی آئے تیوری میں بل
بنیں حسرتیں گو وہ آتش فشاں
مگر اُسکی آنکھیں ہیں شعلہ گوں
مگر اُس پہ حاوی تھا دیوانہ پن
کھلے جس طرح فصل گُل میں گلاب
تڑپ اُٹھی مجلس میں برق نگاہ
ربڑ بن گئے سوکھ کر سرخ گال
سر بزم رہجائے موتی سی آب
بڑھے لال گال اور جھکا دیا
فلک تک گئی قہقہوں کی صدا
یہ سوسائٹی بزم رندانہ تھی

رنڈیلوں کو پردہ سے تھی دشمنی
رہی بزم میں دیر تک چھیڑ چھاڑ
کسی نے کہا میم صاحب یہ کیا
کسی نے کہا منہ سجتی ہے گون
کسی نے کہا ہے ولائی پھٹی
کسی نے کہا منہ پہ پوڈر ملو
کسی نے کہا اپنا بدلو چلن
کسی نے کہا تم ہو میڈم حسین
تمہیں دال سوٹی نہ آئیگی راس
پہن کر نیا سایہ اتراؤ تم
طریقہ جو پہلا ہے وہ بھول جاؤ
تمہاری ہی دم سے ہے فیشن کی لاج
کہاں گھر میں دلچسپ نظارہ ہے
وہ ابتر ہے جسکی پرانی ہے چال
خوش آتی نہیں دیکھو ٹھنڈی ہوا

نہ اُٹھتے بنی اور نہ بیٹھے بنی
ندامت کی دیوی پہ ٹوٹا پہاڑ
ادہر آکے بیٹھو کہاں کی حیا
کہے جو برا اسکو ہوتا ہے کون
اسے بھاڑ چولھے میں جھونکو ابھی
کسی نے کہا گارڈن کو چلو
جہاں شام ہو لیکے نکلو فٹن
کسی نے کہا تم ہو زہرہ جبیں
پھبے گا نہ مشرق کا سادہ لباس
مزے سے کلب میں ٹفن کھاؤ تم
کسی مولوی کے نہ کہنے میں آؤ
ابھی میٹ دو سب پرانے رواج
تمدن کی ہر بات ناکارہ ہے
نہ کچھ حسن و صورت نہ جاہ و جلال
نہ پوشش ہے عمدہ نہ اعلیٰ غذا

ولایت کے میوے ہیں جنت نشاں
مزے لے گی چٹخارہ بھر کر زباں

تمہیں کچھ سمجھ ہے تو بنجاؤ میم
کہو اپنے گھر کی اصیلوں کو ڈیم

لگا ہو نہیں یورپ کا نقشہ جماؤ
ابھی بنگلہ میں رہ کے خوشیاں مناؤ

جو حاصل ہو ذوقِ تماشا تمہیں
رہے چار بوتل کا نشہ تمہیں

ڈٹے ہو کنارہ پہ نظارہ باز
سمندر میں چلتا ہو لمبا جہاز

کہیں ٹائمس ہو اور کہیں پائنیر
کرو تم کلب گھر میں گڈ ما نیر

مسرت ہو دل پر رہے خوش مزاج
تصور میں پھرتے ہوں لندن کے باغ

سنہرے خیالات ہوں جلوہ زا
سما جائے دل میں وہاں کی ہوا

یہ باتیں وہ سنتی رہی دمبدم
مگر لب ہلانے کی کھائی قسم

خبر شہر میں یہ اڑی جبکہ گھڑی
اسے دیکھنے ساری خلقت چلی

ہوا لعل خاں کے مکاں پر ہجوم
مچی شہر میں اسکے پردہ کی دھوم

نظر آئے باہر وہ اندر کے راز
چلے دیکھنے اسکو نظارہ باز

کسی نے کہا عیب سے ہے بری
پری ہے پری ہے پری ہے پری

کسی نے کہا آنکھ ہے بے مثال
خجل جس سے ہو جائے چشم غزال

ادائیں قیامت کی پتلی کمر
وہ رخ جیسے جا کر نہ ٹھہرے نظر

کسی نے کہا کیا ہی گورے ہیں گال — کسی نے کہا مست ہے چال ڈھال
صراحی سی گردن تو دیکھو ذرا — کوئی بولا دیکھو تو پیاری ادا
کوئی بولا قسمت تری لال خاں — تجھے بیوی ایسی ملی لال خاں
کوئی بولا لاکھوں میں ہے انتخاب — نہ نکلے زمانہ میں جس کا جواب
کسی سے بھلا کیا کوئی دل لگائے — جو دیکھے اُسے تاب کیونکر وہ لائے

غیر مردوں کی صحبت

پلا ساقیا وہ مے لاجواب — کہ آنکھوں کا اُٹھ جائے جس سے حجاب
وہ دے جام فوراً نہ کر دیر اب — نکل آئے پردے سے بنت العنب
اُٹھے پردہ مدہوش ہوں بادہ نوش — سنے دخترِ رز آج عشوہ فروش
صراحی سے رہ رہ کے اُٹھیں شرر — بہکنے پہ وہ ہوں مستیاں جلوہ گر
بنیں دشمنِ شرم بادہ پرست — مزے لوٹتی ہو الگ چشمِ مست
قیامت اُٹھائے گل و مل کی بو — کوئی بےحیائی سے ہو دو بدو
بڑھی زوجۂ لال خاں کی ہوس — حیا سے کہا اُسنے کھل کر کہ بس
وہ عصمت کو رستہ بتانے لگی — ہوا جا کے باغوں کی کھانے لگی

سہی شرم اُٹھنے لگے جب قدم — نہ شوہر کا کھٹکا نہ باوا کا غم
نگاہیں لڑا ہیں ہزاروں کے ساتھ — رہی دل لگی خوب یاروں کے ساتھ
فیشن پہ نکلتی تھی بازار میں — بصد شوق جاتی تھی اغیار میں
کلب میں ہیں تاش کی بازیاں — ہوئیں گیتوں سے سخن سازیاں
وہ جب ہاتھ میں لے کے ہنٹر چلی — حیا اُس کے سایہ سے بچکر چلی
کہاں تو یہ دعوے کہ ہم باحجاب — کہاں اب یہ خواہش نہ چھوٹے شراب
کہاں تو یہ ضد پردہ میں ہو سیر — کہاں اب یہ ہٹ ہم ہوں یاروں کے گھر
نہ عفت رہی اور نہ عصمت رہی — نہ آنکھوں میں دنیا کی غیرت رہی
وہ دل ٹھگیا جس میں تھیں نیکیاں — وہ گھر لٹ گیا جس میں تھیں خوبیاں
بنی دو ہی دن میں وہ دیدہ دلیر — ہوئی سیر کی دُھن میں پردے سے سیر
پڑا کو بکو خاک کا پھانکنا — اُسے تاکنا اور اُسے جھانکنا
وہ بے غیرتی پھر تو طاری رہی — نگہ اُسکی لاکھوں پہ بھاری رہی
عداوت ہوئی شرم کے نام سے — حیا اُڑ گئی مجمع عام سے
حمیت کی بو تک نہ باقی رہی — رہی گر تو پھر واے ساقی رہی
بدی نے دکھائے نئے راستے — تمنا نے سُجھائے نئے راستے

غضب ڈھا دیا چشم عیار نے — کیا بے ادب نفسِ مکار نے
چھٹی قید غم سے ہوا قصہ پاک — کہ پردہ کے احکام تھے ہولناک
جو ٹوکا تو یہ کہہ اُٹھی پُر فریب — کہ انساں ہے بے پردہ عالم کی زیب
دمِ آفرینش یہ کر لو قیاس — بشر کے لئے کب ہے قید لباس
یہ بے پردگی کا ہوا جب عمل — ہوا اُسکی عفت میں پیدا خلل
زمانہ کی نظروں سے وہ گر گئی — خیالات پلٹے ہوا پھر گئی
جو دیکھا نئی روشنی کا نظام — بدلنا پڑا باپ دادا کا نام
برادر ہوئے محوِ رنج و تعب — اُنہیں مل گیا مسٹروں کا لقب
کسی نے جو اُس پر اُڑائی ہنسی — تو کہنے لگی اب ہے فیشن یہی
جواں لوٹ تھے چلبلی شکل پر — لڑاتے تھے پہروں نظر سے نظر
ہوئی پھر تو یاروں میں یہ گفتگو — کہ ہے زوجہ لال خاں خوبرو
غضب کا ہے جوبن غضب کا نکھار — جسے دیکھ کر دل ہو خود بیقرار
اُسے دیکھ کر وہ مچلنے لگے — اُٹھا رونئے ارماں نکلنے لگے
اسی ذکر میں بڑھ گیا شوق دید — چلے گھر سے تب پھر گفت و شنید
ہوا دہر میں باعثِ انقلاب — وہ بانکی ادائیں وہ اُٹھتا شباب

کسی پر ہوئی غم کی نازل بلا — کوئی دل کو تھامے ہوئے رہگیا
کوئی مبتلائے محبت ہوا — قلب میں کوئی محو صورت ہوا
چلے زہر میں بجھ کے تیر نظر — ہوئے اُس سے پاروں ٹکڑے جگر
کہیں دل لگی تھی کہیں چھیڑ چھاڑ — کسی سے محبت کسی سے بگاڑ
کسی سے یہ وعدہ ملیں گے ضرور — کسیکو یہ فقرہ پرے ہٹ ہو دور
کسی سے وہ ملکر ملی بے حجاب — کسیکو دیا اُس نے کورا جواب
کسی سے کہیں پر اڑاے مزے — کسی سے کہا ہم نہیں بولتے
کسی کو لٹینا لنڈھا کر شراب — کسی پر قلق میں کہکر عتاب
کہیں بیکسی کے جھمیلے ہوئے — کہیں بوسہ بازی کے میلے ہوئے
گلے میں کہیں ہاتھ ڈالے گئے — محبت کے ارماں نکالے گئے
کسی سے بڑھا آنکھ ملتے ہی پیار — کسی سے کہا اُس نے قول و قرار
بکے اُسکے ہاتھوں خریدار حسن — یہ ہو نیلگا گرم بازار حسن
نہ کھلنے دیا لالخاں پر یہ راز — کہ وہ اُنکے آگے رہی پاکباز

لالخاں کا اپنی نوکے سے مشتبہ ہونا

کدھر ہے تو اے ساقی بدگماں
یہ لینے کو ہے نیت بادہ خوار
پڑے شک میں رندوں نے بدلا چلن
پیالی کا بھرنا ستم ہو گیا
نظر دختر رز سے کس کی لڑے
وہ غش آ گیا یہ گرے وہ گرے
وہ کترائی مستوں نے بھٹی کی راہ
توہم سے وہ سر پھرانے لگے
شک و شبہہ میں پڑ گیا جبکہ دل
توہم ہیں چلتی نہیں عقل کی
شک و شبہہ کی بھی ہے علت کوئی
عجب چیز ہے پیار کی رسم و راہ
چھپائے کوئی تاڑ جاتے ہیں لوگ
نگاہوں سے ظاہر ہو الفت کا راز
ہوئی لالہ خاں کو یہ جس دم خبر

نہ وہ بیخودی ہے نہ وہ شوخیاں
اترنے کو ہے بیخودی کا خمار
ابھی سے ہوا ان کا نشہ ہرن
انہیں بادہ پینا قسم ہو گیا
اڑے ہوش آنکھوں میں حلقے پڑے
کئے وہم نے سب کے منہ کرکرے
ہوا چلتے چلتے پیا اشتباہ
خم مے کو ڈھول سا بتانے لگے
صراحی نظر آئی چپ ہے کا بل
توہم سے حیران ہیں فلسفی
معانی ہیں پنہاں ہے صورت کوئی
چھپائے سے چھپتی نہیں ہے نگاہ
قیامت کے طوفان اٹھاتے ہیں لوگ
کھلے سو طرح پر محبت کا راز
کہیں ہوتی ہے عاشق کسی دوست پر

نئی روشنی کی جھلک مٹ گئی
چمک مٹ گئی وہ دمک مٹ گئی

بڑھا غصہ تہذیب پانی ہوئی
بڑے پیچ میں بدگمانی ہوئی

کبھی روز تک جی رہا مضمحل
ہوئے اپنے افعال پر منفعل

کہا دل ہی دل میں کہ وا حسرتا
ملی مجھکو بے پردگی کی سزا

ہوا میری عزت کا ٹھنڈا چراغ
لگا اُس کے دامان عصمت پہ داغ

ہمہ آلودہ ہے انڈیا کا یہ رنگ
کہ اصلاح میں ہیں خرابی کے ڈھنگ

کہاں رسم بد میں تراش و خراش
لگے رہتے ہیں تا کہ ہیں بد معاش

جو اصلاح میں وقت کھوتے ہیں ہم
تو بیوی کے پردہ کو روتے ہیں ہم

قیامت اُٹھاتی ہے بے پردگی
عجب قہر ڈھاتی ہے بے پردگی

اگر ہے کلب کی یہی چال ڈھال
ترقی سے بہتر ہے قومی زوال

زمانہ کا بگڑا ہوا ہے چلن
کوئی اب ہو کس مُنہ سے پردہ شکن

کہا الاماں الاماں الاماں
زمانہ کی رفتار ہے جانستاں

بظاہر بناوٹ ہے اصلاح کا
مگر اور مطلب ہے اصلاح کا

یہی تا کہ بیٹھے لگے ذات میں
محبت کا چسکا ہو عورات میں

ہمیں تو یہ پیدا ہوا تھا خیال
بنیں حسن کی دیویاں خوشخصال

ترقی کے مینار تک جائے ہاتھ
جو تعلیم سے ہو نمایاں وثوق
پڑھائیں سکھائیں علوم و فنون
شفاخانہ میں ڈاکٹر ہو کوئی
کوئی علم حکمت کی ہو فاضلہ
کسی کو ہو جغرافیہ سے لگاؤ
کوئی مدرسہ میں ریاضی پڑھائے
کسیکو ہو سائنس دانی کا شوق
کوئی جنگ کے فن میں ہو جائے فرد
کسیکو ہو انجنیری میں کمال
سیاست بھی ہو عورتوں کی جدا
کوئی ہو کلکٹر - کوئی پیشکار
کوئی ہو ڈراما نویسی میں طاق
جو اخبار کی ہو اڈیٹر کوئی
تماشا ہے قدرت سے دلشاد ہو

رہیں عام جلسوں میں مردوں کے ساتھ
سمجھنے لگیں مرد اُن کے حقوق
ہو ناچ گھر میں امیدوں کا خون
فن طب میں بھی نامور ہو کوئی
کوئی فن تاریخ کی کاملہ
کسی کو ہو علم سیاست کی چاؤ
کوئی لڑکیوں کو مساحت سکھائے
کسیکو فن خوش بیانی کا ذوق
وہ طاقت ہو تیں لرز جائیں مرد
مساحت کے فن میں کوئی بے مثال
عدالت بھی ہو عورتوں کی جدا
کوئی ہو سپاہی کوئی تھانہ دار
کوئی ہوئے تھیٹر میں جان مذاق
خدائی ہیں کہلائے لیڈر کوئی
ترقی کناں انکی اولاد ہو

جو بچے رہیں انکی آغوش میں
سبق ان کو ازبر ہو سائنس کا
مگر اب ہوا ہم پہ اسکا ظہور
الٹتا رہے دہر میں کاروبار
کواکب میں پیدا ہوں تبدیلیاں
تبادل ہو دنیا کی تاریخ میں
درختوں کو چھانٹا کرے باغباں
نباتات میں بھی ہو کایا پلٹ
نزا نشو تو پتھر بھی شفاف ہوں
مگر غور تو نکی ہے فطرت عجب
بڑھاپے کو پی یا لکھائے کوئی
یہ ممکن نہیں پھر رہیں پاکباز
یہ کیونکر ہو ممکن نہ ہو کچھ اثر
یہ ممکن نہیں صاف بچ جائیں وہ
کہی لال خاں نے یہ زوجہ سے بات

وہ پل کر بڑے ہیں قوم کے جوش میں
ترقی کا ہر وقت ہو مشغلہ
کہ بے پردگی ہے سراسر فتور
رہے غرق خوں صفحہ روزگار
بدلتا رہے رنگ نو آسماں
کباب آگ ہو جب جلکے خود سیخ میں
گلوں سے ہو قدرت کا جلوہ عیاں
جمادات میں بھی ہو کایا پلٹ
ابھی صورت آئینہ صاف ہوں
انہیں غیر مردوں میں رہنا غضب
جوانی میں پردہ اٹھائے کوئی
رکھیں غیر مردوں سے جب سوز و ساز
رہیں جب یہ مردوں میں آٹھوں پہر
یہ ممکن نہیں دل نہ اٹکائیں وہ
یہ کیا تم تو مشہور ہیں نیک ذات

خبر اُڑ رہی ہے کہ میرے شفیق　　کلب میں نئے ہیں تمہارے رفیق
اُنہیں میں سے اک حضرت یار مار　　وہ ہی تمنے جس سے بڑھایا ہی پیار
وہ ہی جس نے عفت پہ ڈھایا غضب　　وہی جو ہے کمرہ میں خلوت طلب
وہ ہی جس کے افعال ہیں شرمناک　　وہی جو ہے ترچھی نظر سے ہلاک
لفافہ پہ جس کے یہ تحریر تھا　　نہ لکھوے کوئی خط تمہارے سوا
وہی جس کے تمنے چھپائے ہیں خط　　کبھی مُٹھیو منیں دبائے ہیں خط
وہی جس کا اخلاق ہی جانگداز　　وہی جسکی تہذیب ہی ایک راز
وہی جسکے نزدیک جائز حرام　　وہی جو پئے راتدن اولڈٹام
وہی جس سے لڑتی تھیں آنکھیں سدا　　کن انکھیو منیں جو لوٹتا تھا مزا
جو نشہ میں کھاتا تھا زانو پہ سر　　وہی جو لڑا آتا تھا تمسے نظر
وہی جس سے گھٹتی تھیں باتیں مدام　　دیا جاتا تھا ہاتھ سے جسکو جام
وہ ہے ننگ سوسائٹی کے لئے　　اندھیرا ہی روشنی کے لئے
سُنا ہے کہ ہے اُس سے تمکو لگاؤ　　اُسی کے لئے ہی یہ سارا بناؤ

جواب

کہا اُس نے سُنکر مری جان یہ کیا　　عجب بات ہے میں ہوں حیران کیا

بندھی جاتی ہیں ہمتیں جسکے سر
کلب میں پڑے ہے کتنی ہی رسم و راہ
غلط ہے کہ وہ میرا مفتوں سے بنے
یہ من اور دہن تمپہ قربان ہے
میاں یہ تمہارا گماں ہے عبث
تمہیں کیا کہے گی نئی روشنی
اگر خانساماں کو ہوگی خبر
عیاں ہو گیا گرچہ یہ وہم و خلل
چہل سال عمر عزیزت گذشت
لڑے آنکھ یوں عقل سے دور ہے
ذرا چلکے بہرہ سے پوچھیں حضور
کہ بیجا ہے شک یا بجا ہے یہ شک
رہے زیب سر لاکھ فیشن کی دم
ابھی دلمیں مشرق کے جذبات ہیں
ابھی سولزیشن کی خو تاب نہیں

وہ ریفارمر ہے وہ ریفارمر
نہ اُٹھے کبھی بھولے چوکے نگاہ
غلط ہے کہ مجھ سے اور اُس سے چھنے
خدا جانتا ہے یہ بہتان ہے
تو ہم پہ اے مہرباں ہے عبث
ہنسیگی ہنسیگی نئی روشنی
بتائے گا وہ بھی تمہیں جانور
تو آئے گی صادق یہ تمثیل
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت
کہیں لیڈیوں کا یہ دستور ہے
بڑھے بات یوں مفت میں کیا ضرور
کسی یوروپین کو ہوا ہے یہ شک
مگر پھر بھی ہندوستانی ہو تم
ابھی ایشیائی خیالات ہیں
ابھی تم میں یورپ کی بو تاب نہیں

ذرا ایک کیجیے پچھلی باتوں پہ دھیان — وہ عورت جو عصمت پہ دیتی ہو جان
اُٹھاوے وہ اک دم حیا کا لحاظ — نہو کچھ بھی اُسکو خدا کا لحاظ
وہ بیباک ہو جاوے پھر اس طرح — نہیں آ گیا ہی یقین کس طرح
ابھی چار دن کی نہیں ہے یہ بات — گنوا دی تھی پردہ پہ سب کائنات
وہ ہو مومنیں جو عصمت پہ کھوتی تھی جاں — ہوئے مجھ سے کیوں پاک بیبیاں بدگماں
اگر دل رہی صاف انسان کا — چلے کوئی فقرہ نہ شیطان کا
کسی اور ہی کو یہ ہو گا جنوں — یہاں ہیں رگوں میں شرافت کا خوں
یہ سنکر ہوئے منفعل لال خاں — مٹا صفحۂ قلب سے وہ گماں
اُتارا جو بیوی نے غصہ کا جن — گیا وہم و شک ہو گئے مطمئن

لال خاں کی بیوی کا انکے دوست سے خلوت میں ہمکنار ہونا
اور لال خاں کا اس عبرت سوز واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا

پلا ساقیا ساغر لالہ گوں — بھڑک جائے غیرت سے جوش جنوں
صدا شور مینا کی ہو خوفناک — بندھے توبہ والوں میں رندونکی دھاک
ٹپکنے لگے رنگ مے سے لہو — لہو سے ہوں لبریز جام و سبو

عجب دور ہو بادۂ ناب کا
کہ میخانہ مسکن ہو قصاب کا

چھری کی طرح ہو رواں موج مے
بنے خنجر خوں فشاں موج مے

نئی بات رندوں کے دل میں ٹھنے
ہر اک قاتلِ دخترِ رز بنے

خرابات میں ہولی رنگیں بیاں
کہ چھینٹوں سے گلنار ہو واں نشاں

بیانِ ستم خوں رلانے لگے
ہوا بحرِ احمر کی آنے لگے

ہوا لال خاں کو یہ معلوم حال
کہ یارانِ جلسہ میں اک بد خصال

مزے لوٹتا ہے لنڈھا کر شراب
پڑی ہے وہاں گھر بسی بے حجاب

نہ آپے کی سُدھ ہے نہ عزت کا پاس
اُڑائے ہیں مے نوشیوں نے ہواس

کبھی لب سے لپٹی ہے وہ گلعذار
کبھی فرقِ مستی میں ہے ہمکنار

بکھرے ہوئے گورے گالوں پہ بال
عجب رنگ میں ہے وہ محوِ وصال

شہید تبسم سے ہے وہ یار مار
لبوں کی ہنسی پر ہے دل سی نثار

نگاہیں ہیں تیرِ قضا کی طرح
ادائیں ہیں تیغِ جفا کی طرح

اشارہ بھی چشم سبکوں کا ہے
لیے جاؤ بوسے پیے جاؤ مے

لڑا بھی گئی ہے نظر سے نظر
ہٹا بھی گئی ہے حیا طاق پر

حیا کا سبق کب اسے یاد ہے
عجب رنگ میں وہ پری زاد ہے

مہکتے ہیں کمروں میں پھولونکے ہار / لٹاتی ہے وہ سب اپنے ہاتھوں بہار
وہ لب جس میں ہے موجِ آبِ بقا / مچلتی ہے اُن پر گلونکی قضا
قیامت ہیں جوبن کی رعنائیاں / غضب ہیں وہ مستی میں انگڑائیاں
وہ دل جو ہے عشق سے چور ہے / یہ عیش و عشرت سے معمور ہے
عجب وہ پن ہے اللہ رے بھول چوک / کہ عفت سے ہے وہ جدا نہ سلوک
نہ ہے وہ کسی چیز کی ذمہ دار / نہ گردن پہ ہے خانہ داری کا بار
اسطرح یاروں میں آتی ہے وہ / نیا دانہ پانی اُڑاتی ہے وہ
سنا لال خاں نے تو آیا جلال / ہوا چہرہ افراطِ غصہ سے لال
تنزل کی تصویر دلمیں کھنچی / نئی روشنی سے ہوئی بے رخی
ہوئی دلمیں غیرت سے پیدا جلن / کہا میرے دشمن ہوں پردہ شکن
کھلے منہ کسی شعلہ رخسار کا / یہی کارنامہ ہے ادبار کا
وہ دن لدھ گئے جب تھا دلپہ داغ / جلائے تھے یاروں نے گھی کے چراغ
بڑی آرزو تھی کہ پردہ اٹھائیں / وہ بیوی کو اپنی کلب گھر میں لائیں
کہی اُس نے پردہ کو جب خیرباد / مٹی دلکی حسرت بر آئی مراد
بجائی گئیں باغ میں تالیاں / سنائی گئیں قوم کو گالیاں

کلب میں کمیٹی ثنا گر ہوئی — وہ سمجھے کہ بہاری مہم سر ہوئی
کہا یہ بھی ہے ایک عمدہ مثال — میاں اور بیوی ہوگئے ہمخیال
زمانہ کو خوش آئے بے پردگی — عجب کیا کہ بڑھ جائے بے پردگی
اگر عورتیں زیب گلزار ہوں — تو آئندہ نسلیں بھی ہشیار ہوں
خوش آئیں ہوا اولاد کی تربیت — دل آویز ہو نقشۂ حریت
طبیعت رہے تازہ میووں سے سیر — گھروں میں ہو انبار چیزوں کا ڈھیر
بنے خوابگاہِ طرب دلپسند — ہمالہ کی چوٹی ہو بامِ بلند
عجب زیب ہو خانہ صاف کی — کہ بنجائے زوجہ پری قاف کی
مگر جب کیا ہمنے حالت پہ غور — نظر آئے کچھ اور ہی گھر کے طور
پڑا ہیں بے حجابی سے خود کامیاں — ہوئیں اک خدائی میں بدنامیاں
نہ تھی خانہ داری نہ تھا انتظام — وہ ٹھنڈی سڑک پر رہی خوشخرام
دکھایا گیا سب کو اپنا بناؤ — بتایا گیا اٹھتے جوبن کا بھاؤ
نہ تھی ہمکو پہلے کچھ اس کی خبر — کہ پردہ کے اٹھنے سے ہوگا ضرر
مری آبرو یوں ڈبوئیگی یہ — کہ غیروں کے پہلو میں سوئیگی یہ
یہ کہتے ہی کہتے ہوا غیر حال — بڑھا اور بھی غصہ و اشتعال

اُٹھا لے کے اک خنجر تیز تر
کہا میں نہیں یا نہیں اُس کا سر

چلا طیش میں جستجو کے لئے
وہ سب طیش تھا آبرو کے لئے

سُنی تھی جو راہ ہی سے اُسنے خبر
کہ آرام کمرہ میں ہی بد سیر

پہنچکر وہاں اُسنے دیکھا یہ حال
کہ پہنچے بشر وہاں کوئی کیا مجال

کھلے ہیں اُس آرام کمرے کے در
ٹہلتا ہے پہرہ بھی اک پہر پر

اُسے دیکھ کر وہ ٹھٹکنے لگا
یہ اُسکے ٹھٹکنے کو تکنے لگا

ہوئیں جبکہ دونوں آنکھیں دو چار
وہ پہرہ لرزنے لگا بیدوار

نہ کچھ لعل خاں نے کیا پیش و پس
گئے بڑھ کے کمرے میں گھُستی سی بس

جو پہنچے تو دیکھا عجب ماجرا
کہ کہتے ہوئے جبکو آئے حیا

مے عیش میں دونوں مخمور ہیں
نہیں ہوش تک نشہ میں چور ہیں

نہیں دونوں کو تن بدن کی خبر
بدن کی تو کیا پیرہن کی خبر

غرض جو سُنا تھا وہ سب تھا صحیح
نہ تھا وہم میں جو وہ دیکھا صریح

یہ حالت جو دیکھی بصد اضطرار
نہ باقی رہا دل کو صبر و قرار

بدن تھرتھرانے لگا جوش میں
جو دیکھا اُسے غیر آغوش میں

یہ غیرت نے اُسوقت فقرہ کسا
چلے وار اب دیکھنا ہے تو کیا

بدن کانپ اُٹھا چھا گیا رنگ زہر ۔ اُٹھی جسم سے قلزم خون کی لہر
زمیں کا ہر اک چپہ خونناب تھا ۔ کہ دریائے احمر کا سیلاب تھا
وہ مانند لہو آ گیا تا دُپہر ۔ تو اشکوں نے چہرہ کا نمک اُٹھا دِپر
لہو کے سمندر سے اُٹھا جو شور ۔ ہوئی پست ہیبت سے رستم کی گور
بھرے تھے ادہر غیظ میں لال خاں ۔ اُدھر اُسکے لرزاں تھے سب استخواں
ارادہ یہ ان کا کہ پھر ایک وار ۔ جو شیرانہ جسم ہو تار تار
تقاضا یہ غیرت کا اُڑ جائے سر ۔ لرز جائیں دہشت سے دیوار و در
کنایہ قضا کا ۔ ابھی آؤں میں ۔ اِسے قعر دوزخ میں پہنچاؤں میں
غضب تھا یہ نظارہ دل گداز ۔ رہا تیغ و گردن میں راز و نیاز
مگر وہ بھی تھی کس قدر سخت جاں ۔ رہی ایسی حالت میں زندہ وہاں
چھڑانے لگے اُس کو برناڈ پیر ۔ بچانے لگے دوڑ کر راہ گیر
رقیب سیہ رو بھی تھا نیم جاں ۔ لب زخم سے اُٹھ رہی تھی فغاں
کہاں کی شراب اور کیا سرور ۔ کہ زخموں سے تن ہو گیا چور چور
جراحت میں لرزاں رہی مثل بید ۔ کھلا سارے عالم پہ دونوں کا بھید
نہ وہ دن رہے اور نہ راتیں رہیں ۔ اشاروں میں دونوں کی باتیں رہیں

اُدھر یہ صدا مر مٹا ہائے ہائے — اِدھر یہ دُعا تجکو خالق بچائے
اُدھر یہ صدا بس نہیں دم میں دم — اِدھر یہ دُعا دُور ہو رنج و غم
اُدھر یہ صدا میری ہنسنیں ہیں سرد — اِدھر یہ دُعا جلد مٹجائے درد
اُدھر یہ صدا کوئی یہ غم سہے — اِدھر یہ دُعا تو سلامت رہے
اُدھر یہ صدا یا خدا کیا کریں — اِدھر یہ دُعا تیرے دشمن مریں
اُدھر یہ دعا ۔ لو ہوا میں فنا — اِدھر یہ دُعا تجکو رکھے خدا
اُدھر وہ پریشاں اِدھر یہ اُداس — غرض دونوں جانب تھا خوف و ہراس
چھری نیکے دلبر چلی بات بات — قیامت بنا موقعہ واردات
پولیس آئی سُنکر یہ حال عجیب — پہنیے لال خاں اور اُنکا رقیب
ہوئی عین موقع پہ گفت و شنید — بتایا گیا اِسکو ضرب شدید

جج کی عدالت اور اظہارات

پلا ساقیا آخری ایک جام — کہ ہو بادہ خواری کا قصہ تمام
وہ مے ہو جو مستی کا لُبِّ لباب — وہ مے جسمیں چھپ جائے سارا عذاب
وہ مے جس سے مستوں کی ہو ایسی ہیچ — مزہ آئے جھوٹے عدالت کا جج

ترقی کے مونہہ سے اُٹھا کر نقاب
جوانوں کو دعوے ہو تادیب کا
نگاہیں چُرا ہیں وہم بیخودی
نہ پھر آئیں پینے پلانے کے دن
سُنائے جو مطرب تمدن کا راگ
نہ یوں نشہ والے بہکتے پھریں
کبھی فرطِ مستی میں چالان ہو
نہ روکے رُکے جوشِ صہبائے مے
سیہ مستیوں میں ہو ایسی بہار
مہذب بناتے ہوں جو آپ کو
کھنگے اُنکی فطرت وہ ساغر پلا
کدھر ہے تو اے ساقی خوشخصال
ابھی جام ہے بزمِ رندانہ ہی
منقد رہیں رندو نکے پھولے ہوئے
کسی حال میں ہوں۔ کسی حال میں

ہمیں راز سربستہ اہل شراب
بھرم یا کُھلے بزم تہذیب کا
زمانہ میں اصلاح کے مدعی
آئیں تلملے اُڑانے کے دن
اُڑیں آپ ہی آپ بوتل کے کاگ
گریں یہ تو کچھ دیکھ ہی کر گریں
کبھی جیلخانہ کا ارمان ہو
کہ تہذیب کی طرح اُڑ جائے مے
شبستانِ اخلاق ہو سوگوار
سمجھتے ہوں دیوانہ ماں باپ کو
پورا اپنے خیالات پر ہو چلا
دکھا دخترِ رز کا حسن و جمال
نہ ہم ہیں نہ پھر دورِ پیمانہ ہی
پیالے ہیں مٹی کے ٹوٹے ہوئے
یہ کیا کم ہے وہ مست ہیں کمال میں

پلا جام جانے کو ہے اب بہار
انہیں دور آخر کا ہے انتظار

کریں داستاں ختم شیریں مقال
کہیں لعل خاں کی مصیبت کا حال

عدالت میں پہنچے جو یہ واقعات
ہوئی ایک طومار پردہ کی بات

حیادار یہ کہ اُٹھے شرم شرم
وکیلوں کی مٹھی ہوئی خوب گرم

زن و مال کی پائمالی ہوئی
کہ دو روز میں جیب خالی ہوئی

کٹہرے میں جا کر ہوئے وہ کھڑے
عدالت میں لینے کے دینے پڑے

سنا جج نے اظہار عورت کا جب
کہا لال خاں ہائے ایسا غضب

زوجۂ لال خاں کا اظہار

نہ یہ پوچھئے کون ہوں میں جناب
کبھی مجھکو کہتے تھے عفت مآب

شرافت میں دنیا سے بہتر ہوں میں
فلاں خاں صاحب کی دختر ہوں میں

مجھے دکھ سنانے کو آنا پڑا
عدالت کا در کھٹکھٹانا پڑا

خدا جانتا ہے خدا کا رسول
مجھے لال خاں نے کیا ہی ملول

یہ کمبخت پہلے بہت نیک تھا
ہزاروں شریفوں میں اک ایک تھا

مگر جب ہوا ایسے لوگوں سے ربط
جنہیں تھا خیالات یورپ کا خبط

عجب اس کے سر میں ہوا بھر گئی
سمجھ کو نئی روشنی چڑھ گئی

بنائی گئی ایک سوسائٹی
کہ پھیلائے دنیا میں بے پردگی

اُسی کا یہ سرگرم ممبر بنا
لقب اپنا چھوڑا تو مسٹر بنا

کھٹکنے لگا دل میں گھر کا رواج
بدلنے لگا بات کہتے مزاج

پڑھی فاتحہ دین کے نام پر
یہ دولت لٹائی گئی جام پر

یہ ترغیب دی دوستوں نے اُسے
کہ وہ بیخ پردہ کا دشمن بنے

یہ ترغیب بھی دی دوستوں نے کہ یار
مزہ ہو جو ٹمٹم میں ہو گلعذار

پڑھایا سبق رسم پردہ کو توڑ
جتایا اُسے اگلی رسموں کو چھوڑ

یہ سارے طریقے خرافات ہیں
یہ سب ایشیائی خیالات ہیں

ہوا جبکہ یہ خبط اُس پر سوار
تو آتے ہی گھر میں مچایا پکار

کہا اُس نے اک فیشنیبل ہوں میں
ترقی کے جلووں پہ مائل ہوں میں

دیا ہے مجھے دوستوں نے ڈنر
بنایا ہے پبلک نے ریفارمر

مگر سخت وارثوں کا ہو کیا علاج
کہ بیوی ملی ایشیائی مزاج

کہا مجھ سے گر آپ الفت کریں
تو بہتر ہے پردہ کو رخصت کریں

ہی ابتدا میں تو یہ چھیڑ چھاڑ
مگر اب ہوا دو دلوں میں بگاڑ

کھچاوٹ رہی دل بُرا ہو گیا
محبت کا بھی خاتمہ ہو گیا

کبھی میری باتوں سے نفرت بڑھی
کبھی دل ہی دل میں عداوت بڑھی

اُدھر بھی یہ ضد تھی ہو بے حجاب
اِدھر کشتی یہ ہٹ ہیں ہوں عفت مآب

عدالت بھی یہ جانتی ہے ضرور
خواتین مشرق نہیں بے شعور

اگر کوئی عورت رہے بے نقاب
اُسے ایشیا میں کہیں گے خراب

نہیں ایک جنس یہ ہندوستان
کہ آباد ہیں مختلف فرقے یاں

مسلمان ہندو ہوں یا پارسی
سمجھتے ہیں پردہ کو عمدہ سبھی

تو پھر ایسی حالت میں ممکن نہ تھا
کہ اِک پردہ والی سے بیجا

نتیجہ یہ ہے میں ہوئی جی سے تنگ
نہ چھوڑا گیا مجھ سے ناموس و ننگ

ارادہ کیا بات پر مر مٹوں
تہیہ کیا پردہ میں جان دوں

مگر آہ یہ بھی نہ قسمت میں تھا
دلِ زار دامِ مصیبت میں تھا

قضا سے کنارہ کئے ہی بنی
مجھے غم میں رہ کر جیسے ہی بنی

نہ آئی نہ آئی اجل کی گھڑی
کہ ہر ایک تدبیر الٹی پڑی

ہوا جبر جب ہاتھ ملتا پڑا
مجھے اپنے گھر سے نکلنا پڑا

بُری چیز ہے یہ تو نکلا فتور
بدلتی ہے عورت کی حالت ضرور

جو ہر دو میں جا کر بٹھائی گئی — تو کیا کیا نہ ہیں ور غلائی گئی
نہ عصمت تھی باقی نہ عفت کی ڈھب — جدا ہو گئیں خوبیاں سب کی سب
اُسی کا یہ انجام ہے اے حضور — کہ تلوار سے ہے بدن چور چور
مجھے دیکھ کر غیر کے درمیاں — بنے غصہ میں تیغ زن لال خاں

اظہار رقیب لعل خاں

میں ہوں اک فدائے خیالِ جدید — جسے اک تماشا ہو فیشن کی دید
ترقی کی راہو میں اُفتادہ ہوں — نئی روشنی کا میں دلدادہ ہوں
مگر رسم پردہ پہ دیتا ہوں جاں — کہ عورت کا زیور ہے عصمت کی شاں
وہ سوسائیٹی جو کہ پردہ اُٹھائے — خدا کی قسم ہے تب مجھے خوش نہ آئے
بنے لال خاں جیکہ پردہ شکن — کہا میں نے یہ ہے بُرو بکا چلن
شرفیونکو یہ بات زیبا نہیں — بھلے مانسوں کا یہ شیوہ نہیں
خدائی میں جو مُلک آزاد ہے — وہاں ایک ہی قوم آباد ہے
جو اصلاحِ نسواں سے خرسند ہیں — وہ سب ایک مذہب کے پابند ہیں
مگر ہند مرکز ہے اقوام کا — الگ ہی طریقہ ہر اک قوم کا

جدا گانہ رسمیں جدا گانہ طور
جدا گانہ فکریں جدا گانہ غور

یہاں پردہ اُٹھنے سے پھیلی بدی
بہو بیٹیوں کی ہو حالت ردی

مری بات کب لال خاں نے سُنی
ستم کے لیئے اپنی بیوی چُنی

بگڑ کر وہ بولے ہٹو جاؤ بھی
سناؤں گا لاکھوں جلی اور کٹی

غرض پردہ پر روشنی ڈالکر
بگڑتے ہوئے وہ گئے اپنے گھر

گھسیٹا گیا اور ستایا گیا
سرِ بزم عورت کو لایا گیا

اُسے دوستوں میں بٹھانے لگے
رولانے لگے اور ستانے لگے

ہوا صحبتِ بد کا ایسا اثر
کہ عورت کی عصمت کو پہنچا ضرر

نگاہیں لڑیں پیار ہونے لگا
محبت کا اظہار ہونے لگا

کہا اُسنے مجھسے کہ مرتی ہوں میں
تجھے رات دن یاد کرتی ہوں میں

مری جان تو ہی دل آرا ہے تو
مجھے اپنے شوہر سے پیارا ہے تو

یہ سُنکر ہوا مجھکو سودائے عشق
کہا میں نے دل تھام کر ہائے عشق

جتائے اگر پیار کوئی حسین
سلامت رہے تو یہ ممکن نہیں

خیالات جذبات ہوں شعلہ زن
اُمنگیں بھی دن رات ہوں شعلہ زن

کسی اچھی صورت پہ آجائے دل
نہ ٹھہرے کبھی لاکھ ٹھہرائے دل

رہی دل لگی پردۂ راز میں
گذر ہو گیا خلوتِ ناز میں

محبت کی رسمیں بڑھانے لگی
وہ راتوں کو چھپ چھپ کے آنے لگی

مرے خوں کے پیاسے ہوئے لعل خاں
چلے آئے وہ لیکے تیغِ رواں

گئے ہوش اپنے مٹا لطفِ دید
نتیجہ یہ ہے کھائی ضربِ شدید

لعل خاں کا بیان

مرا نام ہے لعل خاں اے جناب
وہ ہیں جس نے بھگتے ہیں لاکھوں عذاب

وہ ہیں جو ندامت سے ہوں شرمسار
وہ ہیں جسکی بیوی ہو یاروں کی یار

وہ ہیں جسکو صدمہ ہے آٹھوں پہر
نظر جسکی ہے جج کے انصاف پر

وہ ہیں جسکو یہ زندگی بار ہے
وہ ہیں جسپہ لعنت کی بوچھار ہے

وہ ہیں جسکی بیوی ہو گم کردہ راہ
کیا ہے جسے گھر بسی نے تباہ

سنا میں نے جب آشنائی کا حال
طبیعت میں پیدا ہوا اشتعال

چلا تیغ لیکر بصد اضطرار
کیا میں نے غصہ میں دونوں پہ وار

خدا کے لئے آپ ہوں دادرس
سزا جرم کی پائیں اہل ہوس

یہ بھی بے حجابی سے میری غرض
نہ لاحق ہو پھر گھر بسی کو مرض

وہ تازہ ہوا میں دم لیں ذرا
اُٹھائیں نئی زندگی کا مزہ

خیالات روشن ہوں تعلیم سے
کہ واقف ہوں شوہر کی تکریم سے

مگر یہ نہ سمجھا تھا میں اے حضور
وہ ہو جائینگی راہِ عفت سے دور

غضب ہے جو کہلائیں روشن خیال
انہیں ہو تمنائے ذوقِ وصال

جو پردہ سے نکلے برائی ہو
تو پیدا ہو اُن کو نئی آرزو

اگر ہے یونہیں سب کی حالت خراب
عبث ہیں عبث ہیں ترقی کے خواب

ہمیں اونچے بنگلہ سے ڈیرا بھلا
نئی روشنی سے اندھیرا بھلا

عدالت سے ہوں آج میں دادخواہ
نہ میری خطا ہے نہ میرا گناہ

جج کا فیصلہ

لکھا جج نے یہ فیصلہ برمحل
کہ بے پردگی ہے بُرائی کا پھل

اسی کی بدولت یہ ہیں واقعات
کہ بے پردگی سے بگڑتی ہے بات

غرض ملزمِ خاص ہے لعل خاں
شرارت ہے چہرے سے جسکے عیاں

سنا میں نے کانوں سے خود نامِ قتل
نہ قایم ہو کیوں اسپہ اقدامِ قتل

کیا اُسنے عورت کو جب بیحجاب
ہوی عام جلسو میں مٹی خراب

نہ تھیں فطرتاً اسمیں عیاریاں | نہ تھیں قدرتاً طبع میں خواریاں
اُٹھا جبکہ پردہ تو آفت ہوئی | کہ برباد عورت کی عفت ہوئی
یہ باتیں ہیں ضعف مزاجی سے دور | کہ عورت سے صادر ہوا ایسا قصور
اسی طرح مجبور تھا وہ جوان | یہ راتوں کو مہماں رہی جسکے یہاں
مبرا ہے بیوی۔میاں کا قصور | کہ ہر طرح سے ہے لعل خاں کا قصور
وُہی ہیں۔وہی ہیں عدوئے حیا | لہٰذا اُنھیں دو برس کی سزا
سزایاب جب لال خاں ہو چکے | تو فقرے کیے اُنپہ ایک ایک نے
کوئی بولا تیری یہی تھی سزا | ملا تجکو بے پردگی کا صلا
کوئی بولا تیری شرافت گئی | کہ پردہ ہی پردے میں عفت گئی
کسی نے یہ آوازہ اُسدم کسا | کہ اب بھی کچھہ آنکھونسے پردہ اُٹھا
کہاں ہے وہ یورپ کی تہذیب آج | ملی خاک میں باپ دادا کی لاج
کوئی بولا اچھی ترقی ہوئی | ترقی کے سر صدقے بیوی ہوئی
کسی کا کہا مانتے ہی نہ تھے | شریعت کو پہچانتے ہی نہ تھے
مرا باپ کیا مل گئی سلطنت | ریاست کے ساتھ آگئی تمکنت
کسی کو نگاہوں میں لاتے نہ تھے | نظر تک کسی سے ملاتے نہ تھے

ہر اک کو سمجھتے تھے ہم بے شعور
تکبر میں کھوتے تھے اسلام کو
تکبر نے عزت میں ڈالا خلل
تکبر عزازیل را خوار کرد
کوئی بولا بیوی کی کیا ہے خطا
کسی نے کہا پھر کلب گھر میں جاؤ
ترقی نے ڈالا نئے پھیر میں
نئی روشنی کے جو ہیں رنگی
الٰہی بدل دورِ ایام کو
قی کناں سے جو گم کردہ راہ
لماں پردہ کی حرمت رہیں
وا کھانے شملہ پہ جائیں تو جائیں
تو کر ختم جو ہے دعا پر کلام
الٰہی ہو مقبول یہ مثنوی
سمجھنے لگیں خود وہ اچھا برا
نے زوجہ لال خاں اک مثال
پھر اُس نے بیوی کو مارا نہیں

کہ آنکھوں میں چھایا ہوا تھا غرور
سمجھتے نہ تھے اسکے انجام کو
ہوئی ختم یہ صادق ضرب المثل
بخو دان نعمت گرفتار کرد
اُٹھا دے جو خود مردانی حیا
کہ زوجہ کو پھر میم صاحب بناؤ
شرافت گئی سایہ کے گھر میں
وہ دیکھیں کہ عزت گئی یا رہی
بچا ان بلاؤں سے اسلام کو
وہ عزت ڈبو کر ہوئے بوا تباہ
بزرگوں کی قائم وہ عزت رہیں
مگر بیوی کو اس ہوا سے بچائیں
کہ قائم رہے سب کی عزت مدام
اُٹھے ملک سے رسم پردہ وہ دری
پر کہنے لگیں آپ کھوٹا کھرا
نہ لیجائیں لیڈی کو وہ نینی تال
بٹھائیں نہ لیڈی کو اغیار میں

اعلان

آپنے مثنوی میوۂ شیرین کی (جو اسوقت آپکے سامنے ہے) چھپائی ملاحظہ کی اگر آپ مثل اس کے کوئی کتاب چھپوانا چاہتے ہیں تو ہمسے خط و کتابت کیجئے۔ **المشتہر** مینیجر جوہر پریس امروہہ ضلع مرادآباد

مسدس جوہر

سیّد مجاہد حسین جوہر۔ اڈیٹر اتحاد کی قابل قدر تصنیف جسمیں انسان کے بچپن۔ جوانی اور بوڑھاپے کی سچی تصویر کھینچی گئی ہے۔ دوبارہ چھپا ہے اس مسدس میں اُن عیوب پر نوٹس لی گئی ہے جو مسلمانوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ آپ اسکا تھوڑا سا حصّہ پڑھیں اور پھر درمیان ہی میں چھوڑ دیں۔ واقعات کے ساتھ زبان اور محاورات کے لحاظ سے بھی آپ اسے ملاحظہ فرماکر بیحد خوش ہونگے۔ قیمت **صرف پانچ آنہ** (فر) مینیجر اخبار اتحاد امروہہ سے طلب کیجئے